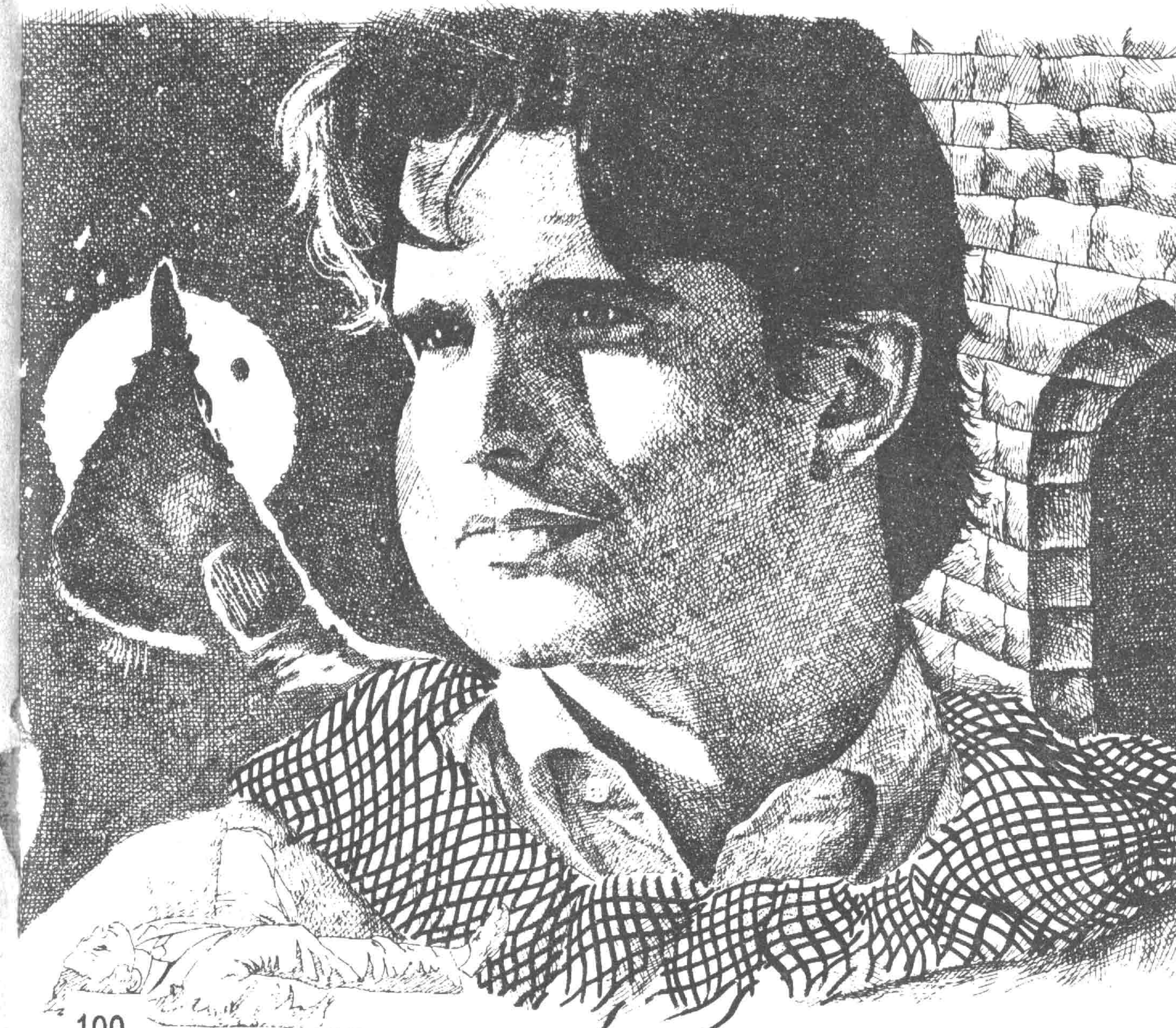


اپ کے محبوب اور هر دل نیز مصطفیٰ
ابنِ صَفَرٍ کی مقبول عَام تھا۔ میر
جو کو بھی مُسرِ فہمی سکتی۔ ابنِ صَفَرٍ
کی حبَّاسُوسی دنیا کا ایک مُکَتَّلِ نافل



ریگ پالاشمال مشرقی پہاڑی سلسلے کا سب سے زیادہ خوبصورت شہر تھا۔ ایک طرف جدید شہر آباد تھا اور دوسری طرف قدیم خالقابوں اور مٹھوں کی دُنیا تھی۔ جدید آبادی ان قدیم خالقابوں کے مقابل ایسی بھی لگنی تھی جیسے کسی نئی نسل نے پھلوں سے ناتا توڑ کر اپنی الگ دُنیا بنانی ہو۔ جدید آبادی میں وہ سب کچھ تھا جو ایک مادرن شہر میں ہونا چاہیے اور حقیقت تو یہ ہے کہ جدید آبادی کا زیادہ تر اختصار ان سیاہوں پر ہی تھا جو ریگ بالا کی پڑائی دُنیا کی زیارت کیے آتے تھے۔

جدید آبادی میں ایک ایسی درسگاہ بھی تھی جہاں ملکی اور غیر ملکی طلباء کے لیے ایک اعلیٰ درجے کا بورڈنگ ہاؤس بھی تھا۔ بنا یا گی تھا غیر ملکی ہی طلباء کے لیے بیکن وہاں مقامی طلباء بھی بھیتم تھے۔

ملکی کار ماڈن بیویم سے آئی تھی اور بعدہ تعلیمات پر ریسرچ کر رہی تھی۔ بیویم کے حکم اُثار قدیمہ نے اسے بیہاں اسکارشپ پر بھیجا تھا اپنے ساتھ دہ کئی تعاری خطرہ بھی لائی تھی۔ ان سیاہوں سے مل جن کے نام خطرہ لکھنے لگئے تھے۔ دلیم یہ کہ اس نامی شخص نے اُسے بہت تباہ کیا۔

وہ بہت پھر دا دزرم دل آدمی ثابت ہوا تھا۔ فرانس کے حکم اُثار قدیمہ نے تعلق رکھتا تھا اور بیہاں وہ بھی بُدھو مورتیوں پر ریسرچ کر رہا تھا۔ لیکن اس کا تعلق درس گاہ سے نہیں تھا۔ اس نے نئی کے لیے مزید مالی استفادہ کی راہ نکالی تھی۔ اس سے اپنے تحقیقی کاموں میں مدد لیتا تھا اور اس کے بدله ہر ماہ ایک معقول رقم ادا کرتا تھا۔

ہفتہ میں دو بار دو نوں ایک جگہ بیٹھ کر کام کرتے تھے۔ آج بھی نئی درس گاہ کی لائبریری میں اس کی منتظر تھی لیکن مقررہ وقت سے آدھا گھنٹہ زائد گزر جانے کے بعد بھی وہ نہ آیا۔ یہ پہلا موقع تھا جب اس سے اس قسم کا کوئی بے اصول کوئی دوسرا آدمی نئی کی نظر دیں سے نہیں گورا تھا۔

آدھے گھنٹے کے بعد وہ لا بُر بُری سے آئی تھی۔ بورڈنگ ہاؤس پہنچنے اور جیسے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا، اندر ایک لفاظ پڑا تھا جس پر اسی کا نام کھو رہا تھا۔ لفاظ سے بیکار کا ناپ کیا ہوا خطبرآمد ہوا۔

”میں کار ماڈن!“

بھیجے جد افسوس ہے کہ آج میں نہ آسکوں گا اور شاید دو ماہ تک نہ مسکوں۔ مشرق بعید کے سفر بھر دوازہ ہو رہا ہوں۔ دو ماہ کے معاویت کا چیک تھیں دو میں دن میں مل جانے گا۔ تم کہو گی کہ جب کام ہی نہیں تو معاویت کیسا۔ لہذا کام بھی بنارہا ہوں۔ ان دوں میرا ایک ہم پیشہ آدمی میرے چیخے پڑیں ہے۔ میرے تحقیقی کاموں میں کا انتظار کروں گی۔ کتنی دیر میں پہنچ جائیں گے؟“

دوڑے انکار ہاہے اگر تم اس سلسلے میں میری مدد کر سکیں تو اسے ہر حال میں پنجاہ یونیورسٹی پڑے گا۔ تھیں صرف اتنا کرنا ہے کہ دو مقامی افراد سے مل بیٹھو۔ تم پر نظر انخاب اس یہے پڑی ہے کہ اُردو کی بھی ایک اچھی متعلّم ہو۔ پاسانی اُردو پرول اور سمجھ سکتی ہو۔ تھیں ان دو نوں سے دوستی بڑھا کر ان کے لئے جلتے والوں پر نظر رکھنی ہے میرا نائب میتوڑنے تم سے را بطر رکھے گا۔ یہ دنوں مقامی افراد میرے اس تحریف کے طازم ہیں اور ایڈیشن کے کراں بُنرستائیں میں سعہرے ہئے ہیں۔ مرد کا نام قاسم ہے اور رُدی کی کامن راغعا بدلی ہے۔ تم بہت ذہین ہو۔ بُغیے یقین ہے کہ یہ کام خوش اسلوب سے الجام دو گی۔

اگر تم یہ کام ذکر ناچاہو تو میتوڑنے کا پتے فیصلے سے آگاہ کر سکتی ہو؛ نئی نئی کاغذ تکر کے پھر لفاظ نئے میں رکھ دیا اور مطہل سانس لکر آگے بڑھ گئی۔

یہ کام اپنی نویعت کے انتہا سے دلچسپ بھی تھا اور مشترک بھی۔ نئی سیدھی سادی زندگی بُس کرنے کی عادی تھی۔

وہ بڑی درستک اس کے متعلق سوچی رہی پھر اس نے فیصلہ کیا کہ میتوڑنے سے را بطر قائم کر کے کم از کم حالات کے رفع کو تو سمجھنا ہی چاہیے۔ اگر کوئی خطرناک مسئلہ نہ ہو تو اس آدمی سے کیوں انکار کیا جائے۔ وہ اپنے کمرے سے کامن روم میں آئی۔ بیہاں ٹیکی فون تھا اور وہ بیکار کے ذہن بُرے واقع تھی۔ میتوڑنے کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ اس نے میتوڑنے کو بیکار کے خط کے بارے میں بتایا۔

”ہاں میں کار ماڈن! دوسری طرف سے آواز آئی یوں بیکار کے ذہن بُرے اس سے تسلی بُلایات دی تھیں۔ کل آپ کچیک مل جائے گا۔“

”معاملہ کیا ہے؟ میری توہنٹ نہیں پڑتی؟“

ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ دراصل میں خود یہ کام نہیں کر سکتا کیونکہ مسٹر بیکار کا یوریف بھی بچا تھا۔

”اس سے بحث نہیں کی جاتی ہے۔“ میں تعلیمات کی نویعت کو سمجھا چاہتی ہوں۔“

”مسٹر بیکار کے حریف کے ریسرچ ورک کا مرضور بھی رہی ہے جو مسٹر بیکار کا ہے۔ مسٹر بیکار اس سے کئی قدم اُگے جاہے ہیں۔ انھوں نے دیران قنعت کے آس پاس ایک مدفن بستی کا پتا لگایا ہے۔ موجودہ اُثار قدیمہ کی تغیر اس بستی کے زمین دوز ہو جانے کے قریب اُنکے بہار سال بعد ہوئی تھی۔ اور ہو۔ شہر ہے۔ آپ کہیں اہدیے۔ فون پر اس کو پوری طرح واضح نہیں کر سکوں گا۔“

”آپ درس گاہ کی لائبریری میں آجائیے۔ میں دہاں آپ کا انتظار کروں گی۔ کتنی دیر میں پہنچ جائیں گے؟“

”زیادہ سے زیادہ بیس منٹ بعد“

”اچھی بات ہے تو پھر وہیں جاہیں ہوں یعنی نے کہا اور لیپور
کریڈل پر رکھ دیا۔

”خود ہرگئی تھی!“
”مخفیہ دیر بعد وہ پھر اپنے کمرے سے نکل کر لاہوری ریڈی کی طرف
روانہ ہو گئی تھی!“

”ٹھیک بیس منٹ بعد میتھوز سے ملاقات ہوئی۔ یہ چھوٹے
قدار مضبوط جسم والا... متوسط عمر کا آدمی تھا۔
”بات یہ ہے : وہ آہستہ سے بولا“ فون پر میں تفصیل میں
نہیں جانا چاہتا تھا!“

”میں سمجھ گئی تھی“
”رسولیکراں نے وہ مدفن بستی دریافت نہ کر لی ہے لیکن
ابھی تک یہاں کی حکومت کواس سے مطلع نہیں کیا ہے“

”وکیوں؟“
”رسولیکراں کا حلفاء کے کارناٹے میں کرنل فریدی کے باسے
کوئی ایسا پچھڑا دے گا کہ رسولیکراں اپنے اس کارناٹے کے انعام
سے محروم ہو جائیں گے۔ یعنی اس دریافت کا سہرا ان کے سر نہندھے
کے گا!“

”ادھ۔ اچھا“
”اب صورت حال یہ ہے کہ اپنے خیال کی قصیدت کے لیے
رسولیکراں چوری چھپے کھدائی کر رہے ہیں۔ اس کے لیے انھوں
نے کئی مقامی آدمیوں کی مدد لی ہے“

”سیرے خیال سے انھوں نے یہ اچھا نہیں کیا“
”کیوں؟ مس کار ماڈنٹ!“

”مقامی آدمی اپنی حکومت کو فروڑا گا کہ کردیں گے“
”ہرگز نہیں مس کار ماڈنٹ۔ وہ ایسا نہیں کریں گے...“

”رسولیکراں نے بڑی داشمندی سے کام یاہے۔ انھوں نے
انھیں بتایا ہے کہ وہ ایک صدر یون پرانے مدفن خزانے کی تلاش
میں پہنچا اگر حکومت کو پتا چل گیا تو ہم سب اس سے عزوم ہو
جائیں گے۔ ویسے وہ برابر کے حصہ دار ہوں گے“

”وہ اپنی بائیں آٹھ دبار مسکایا۔
ملتی بھی مسکراتی تھی۔ خود ہرگز نہیں کچھ سوچتی رہی تھی پھر
بھولی تھی۔ مجھے کی کرتا پڑے گا؟“

”رسولیکراں نے جن دواڑا کے بارے میں آپ کو لکھا ہے
ان سے آپ کو دوستی کرنی پڑے گی نہیں آپ ان پر یہ ہرگز نہیں ظاہر
ہونے دیں گی کہ آپ اُردو بول اور سمجھ سکتی ہیں۔ ان سے ہمیشہ انگریزی

میں گفتگو کیجیے گا!“

”ہوں۔ اچھا اور کچھ“

”میں آپ کو مزید تفصیل سے بناؤں تو آپ پوری طرح سمجھ
سکیں گی۔ آپ کو علم ہے کہ موسیلویکراں کا تعلق فرانس کے عکسر
آشماں قدر ہے، لیکن ان کا حلفاء کارناٹک سرکاری آئندہ سے
بہت دولت مند ہے اور آشماں قدر میں تعلق رکھتا ہے۔ مصر میں
بھی کھدائی کر چکا ہے۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہاں بھی وہ
خاصاً بار سوچ ہے لذذا سرکاری اور غیر سرکاری ذرائع سے موسیلویکراں
کی راہ میں دیواریں کھڑی کر رہا ہے یہاں کا ایک مشہور آدمی اس
کی پشت پر ہے۔ دراصل ہمیں اسی آدمی کی مصروفیات سے باخبر
رہنا ہے۔ وہ کرنل فریدی کہلاتا ہے۔ یہ دواڑا جن کے باسے
میں موسیلویکراں نے آپ کو لکھا ہے کہ کرنل فریدی کے خاص آدمی
ہیں۔ آپ کو ان دونوں کی گفتگو خاص طور پر نوٹ کرنا ہے گا۔ جو وہ
اُردو میں کریں۔ اسی سے ہمیں کرنل فریدی کے متعلق معلومات حاصل
ہو سکیں گی۔“

”میں سمجھ گئی۔ حقیقتاً مجھے اسی آدمی کرنل فریدی کے متعلق
معلومات فراہم کرنا پڑیں گی کیا؟“

”بھی پاں۔ آپ ٹھیک سمجھیں ہم میتھوز نے کہا۔“

”اس کے ملاوہ وہ رافعہ اور قاسم کا حلیہ اس کے ذہن شین
کرانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔“



کیپشن حید والاقافلہ ایڈنی میں داخل ہوا۔ اُسے بھر جائی پیری
کواس اور اس کے ساتھیوں کی بھراہی میں سفر کرنا پڑا۔ اس کی
کارڑی تو ناسب ہی اور ہلکی تھی۔

لیری کواس کی خوش مزاجی پر وہ راستے بھر قربان ہوتا آیا
تھا اور ریا اسے ٹھوک کے درتی رہی تھی۔ کبھی کبھی کہتی ہے : اتنے زور سے
ذہنسو کہیں ناک سے اپنگک ننکل جائیں“

لیکن وہ لیری کواس میں بڑی شدت سے دلچسپی لیتا رہا تھا۔
ایڈنی میں انھیں کمرے مل گئے۔ شام تک وہا پہنچے کردوں
جائیں گے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے صرف نظریات بدلتے دیتے جاتے
ہیں آزم کرتے رہے۔ ریا اور حید ایک ہی کمرے میں تھے اور وہ بات

بات پر اسے بوکر تھی رہی تھی۔ آخر حید تھی تھکنی سی آواز میں کراہا تھا۔
”مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے مجرماتی طور پر میری شادی ہو چکی ہے۔“

”معودت کے بغیر دنامکمل ہے“ ریا بولی۔
”بچوں کی سی بائیں نہ کرو۔ تھیں اس قسم کی اداکاری کرتے
ہوئے دیں گی کہ آپ اُردو بول اور سمجھ سکتی ہیں۔ ان سے ہمیشہ انگریزی

لگو گے۔ ایسا درندہ ہے مارڈالنے میں ہی تھیں انسانیت کی
فلح و بہبود نظر آئے گی“
”خدا کی پناہ“ حید بوکھلا کر بولا۔

”لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گی“ ریا آہستہ سے
بولی۔ حید کو اس کی آنکھوں میں بے پناہ عزم کی چمک
دکھائی دی تھی۔

وہ خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ بے حد سمجھیدہ نظر آہی
تھی۔ ہونٹ بچھنے ہونے تھے اور بھیوں سکٹا گئی تھیں۔
جید نے تیکے کے نیچے سے پائپ نکالا اور اس میں تباکو
بھرنے لگا۔

”سنوا“ خود ہرگز دیر بعد وہ ہاتھاٹکار بولی ”کسی طرح کرنل
کو آگاہ کر دو۔ اگر واجد دوبارہ ہاتھ آجائے تو اس پر سرگز اعتماد
ذکرے“

”کیا مطلب؟“ حید سنبھل کر بیٹھ گیا۔

”اب وہ کرنل سے دغا کرے گا!“

”مان صاف کھو؟“

”اس بار تم لوگ چاروں طرف سے جکڑے جا رہے ہو۔
نانوٹ سے جو غلطی سرزد ہوئی تھی وہ تیسری ناگن سے ہرگز نہ ہونے
پائے گی۔ واجد کی بازیابی لیکو اس کی ایک ستم میں شامل ہے کسی
نہ کسی طرح وہ دوبارہ کرنل کے ہاتھ لے گا۔ اس کی یادداشت
والپس آئے گی اور وہ اس جگہ تک کرنل کی راہنمائی کرے گا۔
جبکہ میں اس سے ایک قدیم مصری دیلوی کے روپ میں ملا
کرتی تھی اور وہاں بچھنے کے بعد کرنل ایک بے بس چڑھے کی
طرح پچاہن لیا جائے گا۔“

”خدا کی پناہ“ حید نے بستر چھوڑ دیا۔

”زیادہ بوکھلانے کی ضرورت نہیں۔ بیٹھ جاؤ“ ریما سرد
ہجے میں بولی۔

”فی الحال میرے پاس کوئی ایسا فریون نہیں ہے جس سے
کرنل کو اس خطرے سے آگاہ کر سکوں“ حید مفتر بانہ انداز میں بولا۔
”غیرگز کرو“

”کیا واجد دیدہ و دانستہ کرنل کو بچھانے گا؟“
”دیدہ و دانستہ ہی میرے اور اس کے دریمان دیوار بن گیا
ہے لہذا سے راستے سے ٹھانے بغیر دو بچھے حاصل نہیں کر سکے گا؛
اور وہ دل میں کینڈر کھے ہونے کرنل سے اطمینان فواداری

رہنا ہے۔ جیسے غنیریب ہم سچ چج شادی کر لیں گے“

”اس کے لیے مجھے کیا کرنا پڑے گا؟“

”اگر میں تھمارے نئے پر جوتا بھی کھینچ ماروں تو بُرا نہ مالو۔“

”میری ہاں میں ہاں طاڑی“

”مقدمہ؟“ حید نے سوال کیا۔

”لیری کواس پر یہ ظاہر کرنا کہ تم پوری طرح میری ملکی میں ہو۔“

”اُس سے کیا فائدہ؟“

”چھر دی اجتماعی سوال...“

”جو تھا پچھنک مار و موت پر شاید بچھے میں آجائے۔“

”وہ بات میں نے مثال کے طور پر کہی تھی“ ریما جملہ

کر بولی۔

”ایک بات میری بچھے میں نہیں آتی۔“

”وہ کیا ہے؟“

”تم اُس تنظیم سے چھکارا چاہتی ہو۔“

”یقیناً“

”کیا لیری کواس یا لیکو اس کا غافم اس کا سبب بن سکتا ہے؟“

”قطعاً نہیں“

”چھر تم کیا کرنا چاہتی ہو؟“

”یہی تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہتے تھے۔“

”اس تنظیم میں شمولیت کس طرح ملکی ہے؟“

”یہ تنظیم کے کارکنوں کی مردمی پر محصر ہے۔ جیسے چاہیں تنظیم
میں شامل کر لیں۔ تم شرکیک نہ ہونا چاہو تو وہ زبردستی بھی
کر سکتے ہیں۔“

”بچھا کس طرح؟“

”تمیں زبردستی اٹھا کرے جائیں گے اور بیرین و اشناگ
کر کے ایک ہستے کے اندر ہی اندر تھیں اپنا بنا لیں گے۔“

ہمیشہ کے لیے تم بھول جاؤ گے کہ تم کون تھے۔ تھیں اپنا ناہم
یاد نہ آئے گا۔ پھر آہستہ آہستہ وہ صرف تھماری صلاحیتیں بیدار

کریں گے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے صرف نظریات بدلتے دیتے جاتے
ہیں۔ آزم کرتے رہے۔ ریا اور حید ایک ہی کمرے میں تھے اور وہ بات

بات پر اسے بوکر تھی رہی تھی۔ آخر حید تھکنی سی آواز میں کراہا تھا۔
اگر وہاں تو فریدی کو تھمارے ہاتھوں قتل کر سکتے ہیں۔ تم پوری

پوری طرح ہو گئیں ہو گے۔ اپنے وجد و اخلاقیت کا ادارک
بھی رکھتے ہو گے لیکن تھیں فریدی وہ نظر نہ آئے گا جو پہنچے نظر

آشماں ہے۔ تم اسے ایک اچھا آدمی سمجھنے کی بجائے درندہ بھنخ

کرتا رہے گا۔

”تم بھیک سمجھتے
بے حد خطرناک۔ خدا یا میں کیا کروں؟“

”ابھی سے ہمت ہارنی تھے! وہ طنزہ انہاز میں مسکرانی۔
”نہیں مجھے کچھ کرنا چاہیے۔ ہم لوگ اسی کی ادٹ پانگ را سمجھانی میں تو یہاں تک پہنچے ہیں：“

”اسی لیے کہہ رہی تھی کہ اس بار شاید ان کا وار غالی نہ جائے۔
اور ہاں سنو۔ تھارا وہ بے ہنگ دوست بھی اسی ہر ٹھل میں موجود ہے：“

”نہیں؟“
”ہاں اس کے ساتھ وہی رُکی ہے جس کا ذکر میں نے کیا تھا۔“

”یہ تو بہت بُرا ہوا۔“
”کیوں؟“

”میں خود کو اس پر نظاہر نہیں کرنا چاہتا۔“

”تم میک اپ میں ہو۔“
”میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ میرے اس کے میک اپ سے واقف نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کبھی اس کے ساتھ رہ کر میں نے یہ اپرنگ استعمال کیے ہوں：“

”تب تو ہمیں ہر ٹھل فوری طور پر چھوڑ دینا چاہیے۔“
”جیسے تھاری مریضی“ جمید طویل ساتھ لے کر بولا۔ اس فریدی کی طرف سے فکر لاتی ہو گئی تھی۔

”اور تھارا یہ کچا میک اپ بھی مجھے پسند نہیں۔ چلو کہیں اور چلتے ہیں۔ میرے میک، اپ میں بھی تبدیلی کر دینا۔“

”اوہ دن تھاری پارٹی۔ یہری کراس دنیروہ!“
”میں اپنے طور پر کام کر رہی ہوں۔ اسے صرف اپنی اس ایکم سے آگاہ کر دوں گی۔ کہہ دوں گی میں مناسب نہیں سمجھتی کہ موہانی الحال کیپٹن حمید کو پہچان سکے：“

”یکن وہ یہاں مقیم میں؟“
”مجھے علم نہیں۔ میں کسی ایسے معلمانے کے متعلق جس کا میری ذات سے تعلق نہ ہو۔ کسی سے کچھ پرچھ بھی نہیں سکتی：“

”جمید پر تفکر انداز میں آہستہ آہستہ اپنی بائیں کپٹی سہلا تارہا۔ ریما جلی گئی۔ وہ غالباً اپنے ساتھیوں کو اس تبدیلی کی اطلاع دینے گئی تھی۔“

”اپرنگ والارٹڈی میڈ میک اپ تکلیف دہ بھی تھا۔“

زیادہ دیر تک برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ حمید نے سچا۔
چلو اچھا ہی ہوا کہ اب اس سے بچھا چھوٹ جائے گا۔

ملتی کار ماڈنٹ ایڈنچی کے دائننگ ہال میں داخل ہوئی۔
آج وہ صرف حالات کا جائزہ لینے آئی تھی۔ ان دونوں گورڈ سے دیکھنا تھا جن سے مل بیٹھنے کی ہدایت ملی تھی۔
یکراں اسے پسند تھا! اس کے لیے وہ اس کام کو سخوبی انجام دے سکتی تھی۔ اور بچہ کرنا بھی کیا تھا۔ دو اجنبیوں سے دوستی۔ میں بھی رہ مقامی آدمیوں سے ملنا چاہتی تھی۔ دن گاہ میں زیادہ تر معمولی قسم کے لوگ تھے جنہیں صرف پڑھنے کی دھن تھی۔ ان میں سے کسی نے بھی اس کی طرف دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔

ٹوأنگ ہال میں داخل ہو کر وہ صدر دروازے کے تریب ہی رک گئی۔ اچھتی ہوئی نظروں سے اس نے میزوں کا جائزہ لیا تھا اور بچہ خود بھی ایک خالی میز کی طرف بڑھ گئی تھی۔
سورج غروب ہو چکا تھا اور یہاں خاصی رونق تھی۔ قاسم رافو کے گرد انھی کی بھیرٹ لگ گئی۔ چیخوں کے درمیان ایک آدھ لفظ بھی اس کی زبان سے نکل جانا تھا۔

”درد... پیٹ... درد... پپ... پیٹ!“
دیڑھ متعامی ہی تھے۔ انہوں نے غیر ملکیوں کو ان الفاظ کے معنی سمجھا۔ ملٹی بھی اسی بھیرٹ میں آٹی تھی اور قاسم کے قریب ہی کھڑی تھی۔
وہ سورج رہی تھی۔ کچھ بھی ہواں سے بہتر موقع پھر باختہ نہیں آئے گا۔ لہذا وہ قاسم کا بازو پکڑنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ ”تھاری ساتھی کو کیا ہوا؟“
اور بچہ جب اس نے اسے کھاتے دیکھا تو سوچنے لگی تھی کہ وہ یقینی طور پر شیطانی قوتوں کا عامل ہو گا۔

رافو اسے دل کش نظر آئی تھی۔ اس نے حسوس کیا کہ ہال میں موجود سارے آدمی انھی دونوں کی طرف متوجہ ہیں۔ دونوں اپنی مثال آپ تھے۔ رُک کی بہت خوبصورت تھی اور مرد... اس کا پرچھا ہی کیا! اگر شست کا پہاڑ تھا اور بکرے کی ایک مسلم ران اس بیدر دی سے ادھیرہ رہا تھا جیسے اس میں ایک ریشمہ بھی نہ لگا۔
ملتی نے رُک رُک کر اپنا سوال دہرا دیا۔
”چھوڑنے کا تہیہ کر کے بیٹھا ہو۔“

اب ملٹی سورج رہی تھی کہ آخر ان دونوں سے دوستی کس طرح کی جاسکے گی۔ اسے تو اس دیوار سے بلا خوف سامنے ہو رہا تھا۔
وہ ایک ران ختم کر کے دوسری کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔
تحاکہ رُک کی بولی۔ اب میرے مالی حالات ایسے نہیں رہے کہ

تم اتنی فارغ البابی کے ساتھ کھا سکو۔“
”پر و متریج ہے۔ میں اپنا ایک آدھ کاؤنٹ یہاں ٹرانسفر کروں گا... اللہ کرے آپ بھی میری ہی طرح خانے لے گیں۔“
”ایسی بدعا نہ دو محظے کے لئے پڑ جائیں۔“
”لاے پڑ جائیں چاہے کا لے پڑ جائیں... اللہ پاک نے ادمی کو خانے ہی تھے یہی تھے یہ پیدا یا تھے!“
”اچھا خاموشی سے کھاؤ!“
ملتی ان کی گفتگو بخوبی سن رہی تھی۔
آخر کیوں کر ملکن ہے اس نے سوچا۔ ان لوگوں سے کس طرح مل بیٹھا جائے اگر یہ دیو خطرناک آدمی ثابت ہو تو؟
دنعتاً اس نے اس کے ساتھ والی لڑکی کو چیخ مار کر کسی سیست اٹھتے دیکھا اور خود بھی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

کئی اطراف سے لوگ دوڑ پڑتے تھے۔ رُک کی فرش پر ٹرپ رہی تھی اور اس کے حلق سے گھٹا گھٹی سی چیخیں نکل رہی تھیں۔
اس وقت یہاں اس ہر ٹھل میں زیادہ تر غیر ملکی لوگ تھے۔
رافو کے گرد انھی کی بھیرٹ لگ گئی۔ چیخوں کے درمیان ایک آدھ لفظ بھی اس کی زبان سے نکل جانا تھا۔

”درد... پیٹ... درد... پپ... پیٹ!“
دیڑھ متعامی ہی تھے۔ انہوں نے غیر ملکیوں کو ان الفاظ کے معنی سمجھا۔ ملٹی بھی اسی بھیرٹ میں آٹی تھی اور قاسم کے قریب ہی کھڑی تھی۔
وہ سورج رہی تھی۔ کچھ بھی ہواں سے بہتر موقع پھر باختہ نہیں آئے گا۔ لہذا وہ قاسم کا بازو پکڑنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ ”تھاری ساتھی کو کیا ہوا؟“
اور بچہ جب اس نے اسے کھاتے دیکھا تو سوچنے لگی تھی کہ وہ یقینی طور پر شیطانی قوتوں کا عامل ہو گا۔

Rafu اسے دل کش نظر آئی تھی۔ اس نے حسوس کیا کہ ہال میں موجود سارے آدمی انھی دونوں کی طرف متوجہ ہیں۔ دونوں اپنی مثال آپ تھے۔ رُک کی بہت خوبصورت تھی اور مرد... اس کا پرچھا ہی کیا! اگر شست کا پہاڑ تھا اور بکرے کی ایک مسلم ران اس بیدر دی سے ادھیرہ رہا تھا جیسے اس میں ایک ریشمہ بھی نہ لگا۔
ملتی نے رُک رُک کر اپنا سوال دہرا دیا۔
”چھوڑنے کا تہیہ کر کے بیٹھا ہو۔“

”پڑھنے کا تھا۔ اسے کیا ہو گیا۔ بالکل حیلہ!“
”ہونی ہی چاہیے... ہونی ہی چاہیے!“ قاسم نے بوکھلا کر کہا۔ غالباً اب اسے احساس ہوا تھا کہ وہ کسی عورت سے گفتگو کر رہا ہے اور صورت بھی ایسی تروتازہ کہ بس... ایسی

”نگری کہ ”قیام ہنا؟“
وہ رافعہ کی طرف سے توجہ ہٹا کر اس سے گفتگو کرتے رہنے پر آمادہ ہو گیا۔
”آپ کی ہمدردی کا بہت بہت شکر ہے۔ ان کے پیٹ میں اکثر دراٹھت ہے۔ اسی طرح تڑپنے لگتی ہیں۔“
”لوچھر تم کھڑے مٹھے کیا دیکھ رہے ہو ٹاکڑوں کو روٹا۔“
”ہم لوگ پر ولی ہیں۔ آج ہی یہاں آئے ہیں... کسی ٹاکڑوں کو نہیں جانتے؟“
لیکن اتنی دیر میں وہاں اسٹریچ پر لایا جا چکا تھا۔ قاسم نے دیکھا کہ درسرے اسے انھانے جا رہے ہیں تو ملکی سے آگے بڑھا اور دوسروں کو لوگ ہٹا کر خود رافعہ کو اٹھانے لگا۔ وہ اپنے کمرے میں پہنچا دی گئی اور ہر ٹھل کے ذمے داروں نے ڈاکٹر کو طلب کر لیا۔
اس وقت کمرے میں قاسم اور ملٹی نے علاوہ ہر ٹھل کا اسٹنٹ مینجر اور ایک سفید فام غیر ملکی بھی موجود تھا۔ اس کے انگریزی بولنے کے انداز سے ملٹی نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ کوئی فرانسیسی ہے۔

فرانسیسی! اداہ کہیں یہ میک اس کا وہی حریف تھیں ہے جس کا ذکر میتوڑنے کیا ہے۔ اسے اس کا نام بھی یاد آگیا۔ اگر اگاں! یہ نام اس کی شخصیت سے ہم آہنگ بھی معلوم ہوا۔ جسمانی قوت اس کی آنکھوں سے عیاں تھی اور جسم تو تھا ہی وزیری۔ ”کیا یہ تھاری بیوی ہے؟“ ملٹی نے قاسم سے بآہستگی پوچھا۔ اس نے رافعہ کی طرف اشارہ کیا جواب باسلک خاموش تھی۔ آنکھیں بند تھیں اور چہرہ پر سکون نظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مسلسل اذیت نے اس کے ذہن کو شل کر کے اعصاب پر بے حصی طاری کر دی ہو۔

”عن۔ نہیں تو۔“ قاسم پر ٹنک کر بولتا۔ ”میری تراجمی شادی ہی نہیں ہوئی۔“

”ادہ۔ تو گرل فریڈ۔“

”نہیں جنگ۔ میں ان کا ملازم ہوں۔“

”پہ کیا کرتی ہے؟“

”پر و سپنکر ہیں۔“

”اوہ ہو!“

”میں ان کا اسٹنٹ ہوں۔“

”ملٹی کچھ اور کہنے والی تھی کہ ٹاکڑا آگیا۔“

ڈاکٹر اسٹنٹ میجر سے گفتگو کرنے لگا تھا۔ فقطًا قاسم
بچونکا اور ان دونوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ٹھیک اسی وقت اسٹنٹ میجر نے بھی قاسم ہی
کی طرف اشارہ کیا تھا۔

کیا پہلے کی بھی کوئی مینڈیکل رپورٹ موجود ہے جتنا؟
ڈاکٹر نے قاسم سے پوچھا۔

”جی ہاں جناب! پوری فائل موجود ہے۔“ قاسم نے کہا
اور آگے بڑھ کر رافعہ کا سوت کیس کھولنے لگا۔ اس نے ایک
فائل نکال کر ڈاکٹر کی طرف بڑھا دی اور پڑا سامنہ بنائے ہوئے
پھر نہیں کے پاس آٹھڑا ہوا تھا۔

”فائل میں کیا ہے؟“ نہیں نے پوچھا۔
”مختلف بیماریوں کے نقشے ہیں؛“
”نقشے۔“

”پتہ نہیں کیا... جو کچھ بھی ہے۔ اس کی انگریزی بھول
گیا ہوں لا۔“ قاسم نے میزاری سے کہا اور نہیں بے ساختہ مسکرا
پڑی۔ پھر قاسم بھنا کر بولا۔ ”آج تک میری نظر سے کوئی ایسی
عورت نہیں گوری جو آئے دن بیمار تر رہتی ہو۔ ایسا معلوم ہتا
ہے جیسے بیماریاں بھی ان پر عاشق ہو جاتی ہوں۔“
”تم سہمت پریشان معلوم ہوتے ہو؟“
”یعنی سے۔“

”مچھلیں کی انگریزی نہیں معلوم“
ڈاکٹر نے مختلف اوقات کی رپورٹیں دیکھیں اور اسٹنٹ
میجر سے بولا۔ ”اکثر ایسے دورے پڑتے رہتے ہیں۔ کوئی مہلک
یا متعدد بیماری نہیں ہے۔ اس یہے یہاں سے اسپتال
 منتقل کرنا غیر ضروری ہوگا لہذا اسے اسپتال
 ”جروں جروں... نر توبقل جروری ہوئی۔ آپ خرچے کی
 فکر نہ کریں۔“ قاسم نے کہا۔
 سفید فام غیر ملکی خاموش تھا۔ ڈاکٹر کے ساتھ وہ بھی
 باہر چلا گیا۔

اسٹنٹ میجر نے قاسم سے کہا۔ ”ابھی نرس آجائے گی
 جاپ۔ اس کے علاوہ بھی جو خدمت ہمارے لائق ہوئے تکلفی
 سے فرما دیجیے گا۔“
 ”اچھا... اچھا۔ شقریہ!“ قاسم نے ایسے انداز میں کہا
 چیزیں دل میں کہہ رہا ہو۔ ”اچھا اچھا!“

”کو شش کروں گی“
”یہ قیاقہ دیا میں کے“ قاسم اردو میں بڑھایا۔ قہیں
بھڑات نہ جائے۔“

”کیا کہہ رہے ہو؟“
”کچھ نہیں، کچھ نہیں!“ وہ کھیانی نہیں کے ساتھ بولا۔
”کچھ تو۔ کیا تم اپنی زبان میں تھے گایاں دے رہے ہو؟“
”ارے... نہیں تو، لا جوں والا لاقوت“

”اس کے کیا معنی ہیں؟“
”مجھے تو بے لا جوں والا لاقوت کی انگریزی نہیں معلوم“ قاسم
مسی صورت بنکر بولا۔

”یہ تو دشواری کی بات ہوئی۔ میں تھماری بہت سی باتیں
نہ سمجھ سکوں گی۔“
”کیا تم میری باتیں سمجھنا چاہتی ہو؟“

”کیوں نہیں۔ ہم دوست بن گئے ہیں نا۔“
”میں اس قابل نہیں ہوں“ قاسم ٹکلی گیر آداز میں بولا۔
”کیوں؟ کیوں؟“

”آج تک کسی لڑکی نے میری باتیں سمجھنے کی کوشش نہیں
کی۔... میں ایسا ہی اُتو کا پڑھا ہوں۔“
”اُتو کا پڑھا کیا؟“

”سن آف بین آڈل“
”اوہ سو۔ تو کیا تمہارا نسبی نام آڈل ہے؟“
”نہیں تو۔“

”بعض اقوام میں اُتو کو بڑی دھمکا جاتا ہے۔ کیا تم ایسی
ہی کسی قوم سے تعلق رکھتے ہو؟“
”ارے باپ رسے... یہ تو جان کو آغٹی“ قاسم پھر اردو
میں بڑھایا۔

”کیا کہا؟“
”کچھ نہیں، کچھ نہیں۔ تم بہت اچھی ہو۔“
”شکریہ۔ تم بھی بہت اچھی ہو۔“ قاسم کسی طرح بھی نہیں
اُتو کا بیٹا تسلیم کر لیتے پڑیا۔ نہیں ہوں۔“

”میں تو ہی سمجھتا ہوں“ قاسم جنجلہ کر بولا۔
”تمہارا یہ ذاتی مسئلہ ہے۔ تم خود سمجھتے رہو۔“
”تو کیا ہم ہیشہ دوست رہیں گے؟“ قاسم ٹھنڈی سانس
لے کر بولا۔
”بالکل ہیشہ، نہیں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”کیوں؟“
”بد صورت تھی تو زس کیوں نہیں۔ کسی اسکول میں پڑھی
کر لی ہوئی!“

”تم عجیب آدمی ہو؛“
”میں ڈانٹنگ ہاں میں جانا چاہتا ہوں۔“
”تو چلو!“

وہ ڈانٹنگ ہاں میں آئے۔ یہاں قاسم والی میرا بھی
خالی تھی اور وہ اس پر جو کچھ بھی چھوڑ کر گیا تھا۔ بھول کا توں موجود
تھا۔ ایک دیڑ قریب ہی کھڑا غالباً اس کی ٹکرانی بھی کر رہا تھا۔
قاسم نے نہیں کوئی پیش کی اور وہ شکریہ ادا کر کے
بیٹھ گئی۔

”فتاودہ نیزیر ملکی پھر دکھائی دیا جسے اس نے رافعہ کے
کمرے میں دیکھا تھا...“ وہ قریب اُکر قاسم سے رانم کی خیرت
دریافت کرئے تھا۔

”رس ہے اس کے پاس، اس سے زیادہ میں اُر کچھ
نہیں جانتا۔“ قاسم نے بُرا سامنہ بنانکر کہا اور پھر دیڑ کی طرف
 متوجہ ہو گیا۔

”اُسے یہ ران ٹھنڈی ہو گئی ہے...“ پھر سے گرم قراؤ۔“
”بہت اچھا صاحب“
”ڈرامہ!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ پھر نہیں سے پوچھا کہ وہ
کیا کھائے گی۔

”شکریہ! میں صرف کافی پیوں گی“
”اچھا تو قافی بھی لاو۔“ قاسم نے دیڑ سے کہا۔

تم سے دوستی کرنے کو دل چاہتا ہے“
جب وہ چلا گیا تو نہیں بولی۔ ”تم اتنے دلچسپ آدمی ہو کر
یا تھا۔

”ضرور کرو۔“ میں بہت خوشی عسوں کر دوں گا“
غیر ملکی قاسم کی یہ تو جھنی پر بورہ کو سچے ہی جا پچکا تھا۔

”تم لوگ عجیب ہو ہی نہیں تھے کہا۔“ یہاں روک کیاں بھی
پر دیکھنے کرتی ہیں۔ میرے ملک کی لڑکیاں تو صرف
اڑستہ بننا چاہتی ہیں۔“

”مقدار ہے اپنے اپنے ملک کا“ قاسم ٹھنڈی سانس لے
کر بولا۔ ”میرے ملک کی رطیبوں کا تو جواب ہی نہیں ہے...“
سوکھی سا کھی مر گھلی...“ اب مریں اور تب مریں۔“

”کیا مطلب؟“ وہ اسے حیرت سے دیکھتی ہوئی بولی۔
”اب مطلب کیا بتاؤں...“ تم نہیں سمجھ سکوں!“

اسٹنٹ میجر چلا گیا!

”میں کیا خدمت کر سکتی ہوں؟“ نہیں بولی۔

”اب کیا بتاؤں...“ یہ بے ہوش پڑی ہوئی ہیں۔ اگر کوئی
باتیں کرنے والا نہ ہو تو میرے پیٹ میں بھی درد ہونے لگتا
ہے... کسی کھکھلیر میں پڑا ہوں“
”کھکھلیر کیا؟“

”مجھے کھکھلیر کی انگریزی نہیں معلوم“ قاسم نے بڑی مصوبت
سے کہا۔

”بڑا ب والا“ قاسم بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔

پھر نہیں کو... اندازہ گھانے میں دیر نہیں لگی تھی کہ وہ
ایک پیے ضرر اور سادہ لوح قسم کا آدمی ہے۔ اس کے ڈیل
دول کا خوف بھی نہیں کے ذہن سے ٹھوہر چکا تھا۔

وہ سوچنے لگی کہ اب اسے کس قسم کی گفتگو کرنی چاہیے۔
اتنے میں قاسم بولا۔ ”میں پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں کھا سکتا تھا۔“
”پھر کھاینا؟“

”کیسے کھا لوں؟“ ان کے پیٹ میں تو درد ہو رہا ہے؟“
”کیا تم اسی کے پیٹ میں کھا رہے تھے؟“

”آپ تو مذاق کرتی ہیں... ہی ہی ہی ہی“
”بہت بھولے آدمی ہو“

اس پر قاسم نے شرم جانے کی ایلنگ شروع کر دی تھی۔
اتنے میں نرس آگئی۔ اسٹنٹ میجر اس کے ساتھ
آیا تھا۔

”اب آپ دگوں کی موجودگی غیر ضروری ہے“ اس نے
ان دونوں سے کہا۔

”جی ہاں جی ہاں“ قاسم بھنا کر بولا۔ ”میں خود بھی اب
یہاں نہیں رکنا چاہتا۔“

نہیں نے اسے حیرت سے دیکھا اور سوچنے لگی کہ آخر اسے
کس بات پر غصہ آگیا ہے!

وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے بعد نہیں
اور اسٹنٹ میجر بھی کمرے سے نکلے تھے۔ قاسم را بہاری میں
کھڑا۔

اسٹنٹ میجر تو اسے بڑھ گیا تھا لیکن نہیں رک گئی۔
”آخر تھیں غصہ کیس بات پر آیا تھا؟“ اس نے قاسم سے پوچھا۔

”بد صورت نرسوں کو دیکھ کر مجھے ہمیشہ غصہ آ جاتا ہے۔“

اس کے بعد قاسم ویرٹکی طرف متوجہ ہو گیا جو اس کے
یہ بکرے کی ران گرم کر لایا تھا اور میز پر کافی کاسامان لگا
رہا تھا۔

ران ہاتھ میں آئی تو قاسم ٹھنکی کے وجہ دہی کو فراموش
کر دیا۔ وہ بھی خاموشی سے کافی بیتی رہی۔

سرچ رہی تھی۔ عجیب آدمی ہے۔ اتنا لجم شکم آدمی
اس نے بھلی بار دیکھا تھا۔ غفل نام کی کوئی چیز شاید اس کے
قریب ہی سے نہیں گزری۔ جعلایہ کیا کسی کے لیے کام کر سکے
گا۔ شاید موسیٰ پرکار اس کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ خیر دلت اچھا
گزرے گا... لیکن اسے اٹھا ہی جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ
یہ دیدہ دانتہ شود کو بے توف قلہر کر دہا ہو۔

پھر قاسم ران بھی ختم نہیں کر پایا تھا کہ وہ اٹھا ہی تھی۔
”مک!“ اس نے کہا۔ مک شام ہم پھر ملیں گے۔
قاسم کے مذہ میں ایک بڑی سی بوئی تھی۔ اس لیے وہ
پچھوڑ کرہ سکا تھا۔



بجد اور ریا ٹاؤن درسٹس ہیون میں منتقل ہو گئے تھے
اور جمیدنے اس سے پہلے نہ صرف اپنا مستقل میک اپ کیا
تحابکہ ریا کا حلیہ بھی باٹھل بدل کر رکھ دیا تھا۔
اپنا میک اپ دیکھ کر رہا تھا میک اپ اسامنہ بنایا۔
”یکوں، کیا ہوا؟“ جمیدنے گھورتا ہوا بولوا۔

”ایمکھو جاپانی لڑکی لگتی ہوں؟“
”آخرستے بے ہو دہ میک اپ کی کیا صفر درت تھی؟“

”محے ایسے ہی چہرے والی لڑکیاں پسند ہیں۔ ابھری ہوئی
آنکھوں اور جپڈی ناک والیاں؛“

”اب میرانام کیا ہے؟“
”وہی سو ہوںل کے رجسٹر میں درج ہے۔“

”میں نہیں جانتی کہ تم نے کیا لکھا ہیا ہے؟“
”مالیو کو یوکی؟“

”محے یاد نہیں رہے گا۔“
”میں صرف یوکی کہوں گا۔“

”تحارا کیا نام ہے۔ تم نے اپنا حلیہ جاپانیوں سی جیسا کیوں
نہیں بنایا؟“

”جاپانی زبان نہیں بول سکتا!“

”چھے بھی نہیں آتی جا پائی؟“
”تحارا مال پچھن ہی میں مر گئی تھی اور تمھارا باب
تھیں انگلیں لے گیا تھا۔ دیں تم پلے رڑھیں اس لیے انگلیوں کا
کے علاوہ کوئی دوسری زبان تھیں نہیں آتی؟“
”اوتحارا پرورش کسی رچھوک کے نار میں ہوئی تھی؟“

”میری شکل ایسی تو نہیں ہے۔“
”غتم کر دیے فضول باتیں میں تھیں کس نام سے پکاروں گی؟“
”ہوںل کے رجسٹر میں میرانام...“ جمیدنے چھل پورا کیے بغیر
خاموش ہو گیا۔ اسے اپنا سرچکار نامہ عکس ہٹوڑا تھا۔
”یکوں، کیا بات ہے؟“ ریما اسے غور سے دیکھی ہوئی بولی۔
”مم... میرا... نن...“ جمیدنے چھل پورا کرنے کی
ناکام کوشش کی... زبان اینٹھی جا رہی تھی۔

”اوپرہ اس نے محسوس کیا کہ وہ ارادی طور پر کسی سے
اٹھا ہی نہیں سکتا۔“

”اب وہیے بسی سے پائے کے بتنوں کو دیکھ رہا تھا...
پچھوڑتے قبل اس نے رہائشی کمرے ہی میں چلنے طلب کی تھی۔

”تو کیا چلتے میں کوئی نشہ آور چیز تھی؟“
”دفعاً اسے پھر ریا کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ کیونکہ وہ کسی
سے فرش پر رکھ کر آتی تھی۔“

”جمیدنے اسے پکارنا چاہا لیکن حلق سے ایک عجیب سی
بے ہنگم آزادنکل کر رہا گئی۔“

”رمایا جس حرکت فرش پر پڑی تھی۔ اب جمید کا ذہن
تیزی سے تاریکی کی دلدل میں غرق ہوتا جا رہا تھا!
اندھیرا۔ گھر اندھیرا۔“

”پتنہ نہیں کہی دیر... اسی کیفیت میں گزرے تھے لیکن
ہوش آئنہ کھلی تھی کسی کی چیخ سن کر... کوئی عورت مسلسل
چیخے جا رہی تھی۔ بوکھلا کر اس نے اٹھ جانا چاہا لیکن ممکن نہ ہوا۔
وہ تو ایک کرسی پر جاڑا ہوا تھا۔ پچھر بھی چیخ کی سمت اس کا سر
لھومن گیا۔ عرف سرہی گھمن سکتا تھا۔“

”رمایا!“ یہ انبیاء کی زبان نکلا۔
”وہ اٹھ پڑھا۔ بڑا آرام وہ بستر تھا۔“

”اوڑھو اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے پوری نیند لینے
انداز میں چھٹے جا رہی تھی۔“

”وہ سامنے والے دروازے کی طرف بڑھا۔ چند لمحے لک
ذہن آئنے کی طرح شفاف تھا۔“

”رمایا کی سرچ آف کر دیا۔
رمایا کی جنگیں تبدیل نجح مغل ہوتی جا رہی تھیں اور
نہیں بنایا۔“

آخر کاروہ بالکل خاموش ہو گئی۔

اس کا گفتہ دوسری طرف تھا۔ اس لیے جمید اندازہ نہ
کر سکا کہ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں یا اس خاموشی کا سبب
بے بو شی ہے۔

وہ دونوں آدمی آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے۔ دفتا
جمید نے محسوس کیا کہ ان میں سے ایک اسے کیسے تو زلفوں سے
دیکھ رہا ہے۔

دوسرے پر سوچ بورڈ کی طرف بڑھا اور ایک سوچ آن
کر دیا۔ یہ دوسرा آدمی اب ایک مڑاں دھیل کر ریما کے قریب
لارہا تھا۔ جمید نے اس مڑاں پر ایک بڑا سائیپ ریکارڈر
رکھا ہوا دیکھا۔

ادھو... تو یہ مرد وہ اس کا اعتراف ریکارڈ کرنے کا ارادہ
رکھتے ہیں۔ جمید نے سوچا۔ پچھر کرنا چاہیے۔ اگر وہ اس سے کچھ اگلو
یعنی میں کامیاب ہو گئے تو دونوں کی خیر نہیں۔

اس نے چھڑ کے تسموں پر زور آزمائی شروع کر دی
اور دفتا اس نے محسوس کیا کہ باقی جانب رائے تسموں سے
وہ بہ آسانی اپنا باتخونکاں سکے گا۔

اس نے ل سے ان دونوں آدمیوں کی طرف
دیکھا۔ وہ ٹیپ ریکارڈر پر چکے ہوئے تھے اور ان کا رخ بھی
جمید کی جانب پہنچا تھا۔

بایاں باتخوں نے تسموں کی بندش سے نکال لیا اور
بائیں پیر کا تکہ کھو لئے لگا جو پائے سے کھسکا بوا تھا۔

وہ دونوں اب بھی ٹیپ ریکارڈر پر چکے ہوئے تھے پھر
ان میں سے ایک اس کا ٹانکہ ٹکڑا کر نہیں کر رہا۔
اتسی دیر میں جمید پر سی طاقت آزاد ہو چکا تھا۔

پہنچ

رمایا کی آواز سن کر اس نے اس کی طرف سر گھما دیا۔
اتسی طاقتی اس نے اپنے دونوں باتخوں کے اندر گئی رکھ
چکوڑے تھے۔

رمایا بول رہ تھی۔ ”ہاں میں کیپٹن جمید کو دل دیاں
سے چاہتی ہوں! اس کے بغیر نہ نہیں رہ سکتی۔ میں نے
اسے وہ سب پچھا بتا دیا ہے جس کا علم مجھے تھا۔ میں نے اسے
یہ بھی بتا دیا ہے کہ نیکیم سے منتفع ہو چکی ہوں۔“

”وکل کی بہتر دینی کے لیے میں آج کی دندرگی برداشت
نہیں کر سکتی... آج کا ہوکل کے بھسوں کی سرفی بنتے ہیں۔“

"آخر یہ ہو اکیوں کر۔" حمید نے پر دواز کی سمت متعین کرتے ہوئے پوچھا۔

"میرے ذرختوں کو بھی علم نہیں۔ میں ٹوڑسٹس ہیوں کے کمرے میں بے ہوش ہوئی تھی اور پھر خود کو لکنیشن ہٹرر پایا تھا۔ ان کو سیلوں کا عجیب حال ہے۔ یہ انسانی اعصاب کو جھوٹ بولنے کے قابل رہنے ہی نہیں دیتیں؟"

"تم انھیں میرے متعلق بہت بچھ بننا پڑتی تھیں؟"
"ہاں۔ میں کسی طرح بھی۔ زبان کو نہیں روک سکتی تھی۔ تم نے میک وقت ان دونوں پر حملہ کیا تھا۔ اگر وہ مجھ سے بھی معلوم کر لیتے کہ میں نے تھیں کیا کیا بتایا ہے۔ تو وہ کرنل فریدی پر ہاتھ ڈالنے کے لیے تھیں ذریعہ بنانے کا رادہ ملتی کر دیتے؟"

"کیا مطلب؟"

"تھیں فرائختم کر دیتے اور شاید میرا بھی یہی حشر ہوتا۔" حمید بچھ نہ بولا۔ ریما شوڑی دیر خاموش رہ کر بولی "اب شاید ہی وہ مجھ پر ہاتھ ڈال سکیں؟"
"کیا واقعی تم ایسی ہی ہو؟"
"دیکھ لینا۔" ریما سکرانی۔

"وقت میرے متعلق سچ بول رہی تھیں؟"
"تعین اس میں شبہ نہیں ہونا چاہے۔"
"آخر یہ عورت میں اُنی جلدی چاہنے کیوں نکتی ہیں؟"
"ہر عورت اپنے آئیڈیل کی تلاش میں رہتی ہے۔"
"خدای پناہ۔ تو کیا میں اُنکی آئیڈیل بننے کی بھی صلاحیت رکھتا ہوں؟"

"بہت زیارہ کیپن! تھیں اب تک کتنی عورتیں چاہ چکی ہیں؟"
"اعدادیاں نہیں، لیکن یہ ضرور بتا سکوں گا کہ بہت زور شور سے چاہتی ہیں۔ پھر ایک دن اُنی ہی شدت سے بور ہو کر اپنی راہ لیتی ہیں؟"
"تم سے بور ہوگا!"

"ہاں۔ ہاں۔"
"میں یقین نہیں کر سکتی۔ دنیا کی کوئی غورت کم از کم تم سے بور نہیں ہو سکتی؟"

"ہر عورت ابتداء میں مجھے اسی بلت پر یقین دلانے کی کوشش کرتی ہے۔"

"ہیہ۔" ہاکر دروازے کو دھکا دیا۔

لیکن دروازہ کسی قدر کھل کر دوسرا طرف کسی چیز سے مٹرا یا تھا۔ پھر فوراً ہی ایک آدمی دروازے کے پیچھے نمودار ہوا۔

ان پر نظر پڑتے ہی اس کا منہ حرمت سے کھل گیا۔
لیکن دوسرا ہی لمبے میں حمید کسی خونخوار بھرپڑیے کی طرح اس پر جھپٹ پڑا تھا اور اس کی گردن اس کی گرفت میں تھی۔ جس پر وہ اس حصہ کیا دیا کہ غشی طاری ہر علیے۔

اس کے سے حس و حرکت ہو جانے میں دیر نہیں بخی تھی حمید نے ہول ٹراور کا رتوسول کی پیٹی اس کے جسم سے...
الگ کر لی۔

"واقعی تم حرمت انگیز ہو۔" ریما ہانپتی ہوئی بولی۔ اب چپ چاپ اوپر پلے جاؤ۔"

اٹھارہ سیڑھیاں طے کر کے وہ چھت پر پہنچے تھے۔

یہ عمارت چاروں طرف سے اپنی اپنی چٹانوں کے درمیان لکھری ہوئی تھی۔ اور چٹانوں سے بھی زیادہ بلندی ہی سے دیکھی جا سکتی تھی۔

یہاں دونوں کا پڑا ضرور موجود تھے لیکن کوئی آدمی نہ کھانی دیا۔

"کیا تم پائلٹ کر سکو گے؟" ریما نے اس سے پوچھا۔

"اگر یہ معمولی قسم کے میں تو۔"
"عام ہیلی کا پڑوں جیسے ہیں۔ ان کے نظام میں کوئی

چیزیں نہ پاؤ گے؟"

"اوپر جا کر ہم کیا کریں گے؟" ریما نے اس سے پوچھا۔

"اچھا تو پھر ایک کو میں اس قابل نہ رہنے والوں کے فروی ہر وقت موجود رہتے ہیں۔" ریما نے کہا اور دروازے میں اپر جانے کے لیے زینے ہیں:

"اوپر جا کر ہم کیا کریں گے؟" ریما کا لہجہ مستر سے بھروسہ تھا۔

"یقیناً۔" "تم تو سچ پچھے مجھے حرمت میں ڈالے دے رہے ہو؟"

یہاں انداز آکتے آدمی ہوں گے؟"
حمدید ایک ہیلی کا پڑا طرف بڑھا اور دمنٹ کے

میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کم از کم ایک ریوال ہوتا۔" نذر ہی اندر اس کے اجنہوں کو ناقابل استعمال بنادیا۔

اس کے بعد وہ دوسرا ہیلی کا پڑا طرف میں جا بیٹھے تھے۔ ریما تھیکی جانے گی۔ میں نے تم سے مرف تھا طریقے کو کہا تھا!

کہاں مخالفوں کو اس کا علم ہو گا کہ اب تھاری جیشیت بلند ہوتے گا۔

ایک قیدی کی سی ہے۔

"مشرق کی طرف؟"

رد نے لکھی تھی۔

"او۔ بس!" حمید نر وس ہو کر بولا۔ "اب یہاں سے تک جگانے کی فکر کر دی۔ کہیں پھر زخمیں جائیں؟"

"اس کمرے میں ان دونوں کی اجازت کے بغیر کوئی بھی داخل نہیں ہو سکتا۔" وہ ہمیکاں لیتی ہوئی بولی۔

"تو پھر ان دونوں کے اٹھ بیٹھنے کے امکانات ختم کر دیے جائیں؟" حمید نے کہا اور ریما کو الگ کر کے ان دونوں بے ہوش آدمیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پاسخ منٹ کے اندر ہی اندر اس نے ان دونوں کو سیلوں سے جھوٹ ریا تھا۔

اس دروازے میں ریما بھی اپنی حالت پر قابو پا چکی تھی۔

اب ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔" وہ اس کے قریب آگر آہستہ سے بولی۔ "ورنہ وہ..."

اس نے سامنے والی دیوار کی طرف اشارہ کیا تھا اور خاموش ہو گئی تھی۔ پھر حمید کا ہاتھ پکڑ کر وہ دروازے کی طرف پڑھی۔ دروازہ کھول کر وہ ایک کار ٹیڈور میں داخل ہوئے جس میں درودیہ کرے تھے۔

راہداری کے... سرے تک کوئی بھی دروازہ کھلا ہوا نہیں ملا تھا۔

راہداری کے سرے پر رُک کر ریما آہستہ سے بولی۔

"نکل بانا آسان کام نہ ہو گا۔ اس دروازے میں اپر جانے کے لیے زینے ہیں؟"

"اوپر جا کر ہم کیا کریں گے؟" ریما نے بھروسہ تھا۔

"ہیلی کا پڑھری کے دریے فارمکن ہو گا۔ اوپر دوسری کا پڑھری کے دریے فارمکن ہو گا۔" ریما نے کہا اور دروازے کا بینڈل لود پہ ہمارا تعاقب کیا جا سکے؟

"کیا تم ایسا کر سکو گے؟" ریما کا لہجہ مستر سے بھروسہ تھا۔

"یقیناً۔" "کہاں ہے؟" وہ چونک پڑھی۔

"یہاں انداز آکتے آدمی ہوں گے؟" حمید ایک ہیلی کا پڑھری کے دریے فارمکن سے مدھیہا ہو سکتی ہے؟

"میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کم از کم ایک ریوال ہوتا۔" نذر ہی اندر اس کے اجنہوں کو ناقابل استعمال بنادیا۔

اس کے بعد وہ دوسرا ہیلی کا پڑھری کے دریے فارمکن سے بھروسہ تھا۔

"ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا۔" ریما نے کہا اور

اسے پسند نہیں کرتی۔ تنظیم کے سرباز ہوں نے میرے اپارچ باپ کو غصہ اسی نے ختم کر دیا کہ وہ ان کے کام کا نہیں رہ گیا تھا۔ تم لوگ آدمی کو مغلیں سمجھتے ہو... میں تم سب پر لعنت بھیجنی ہوں۔ کرنل فریدی کے ساتھ میں کہیں تنظیم کے پرچے اڑا دوں گی؟"

وہ خاموش ہو گئی اور سلٹے والی دیوار سے آواز آئی۔

"مقامی سربراہ کے تعلق تھے کیپن حمید کو سیا تبا یا ہے؟" دفعتاً حمید اپنی کرسی سے اٹھا اور ان دونوں پر ٹوٹ پڑا جو ریما کی کرسی کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔

ایک کے بھرپور پر قابو پر ٹھوکر بخی تھی۔

ٹھوکر کھانے والا تو پھر اٹھ ہی نہ سکا میکن دوسرے اٹھی جملہ کر بیٹھا تھا۔ حمید نے عسوں کیا کہ وہ طاقتور بھی ہے۔ وہ اس سے پہلے پڑا تھا۔ اچانک سامنے والی دیوار سے آواز آئی۔

"کیا ہو رہا ہے۔ وہ خاموش کیوں ہو گئی؟" حمید کے حریف نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ حمید نے اس کا

مٹھہ دبادیا۔ دوسرا آدمی بے حس و حرکت فرش پر پڑا رہا۔ غالباً دہیے ہوئے ہو گیا تھا۔ حمید نے بڑی بیدردی سے اس کے پیٹ پر لات رسید کی تھی۔ ایسی ضرب تو سی کوہوت کے

لھٹاٹ بھی اتار سکتی تھی۔ اب وہ دوسرا کامنہ دبائے اس کا گھوٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دیوار سے پھر آواز آئی۔ "کمرا فبر ۱۴ میں کیا ہو رہا ہے؟" "پیپ ریکارڈ خراب ہو گیا ہے۔" حمید نے بھرا فی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"جلدی کرو۔ آواز آئی۔"

"میں ایک منٹ۔"

حمدید کے حریف کی مدافعت کمزور پڑتی جا رہی تھی اور بالآخر دہی بھی بے حس و حرکت ہو کر اس کی گرفت سے بچ سل گیا۔

حمدید بڑی پھرپتی سے ریما کی کرسی کے تسلی کھوئے کے لیے بھکا تھا۔ ریما نے کھنکار کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور اس میں کامیاب ہو جانے کے بعد آنکھوں سے اشارہ کیا کہ پہلے وہ سامنے والی دیوار کے سارے سورج آف کر دے۔

حمدید نے اس میں دیر نہیں لگائی تھی۔ پھر ریما کو آزاد کیا تھا اور وہ اس سے پیٹ کر کسی شخصی سی بچی کی طرح زارو عطا

اور قاسم بورہونا پھرہا تھا۔ نرس سے رافعہ کی حالت معلوم ہو جاتی تھی۔ وہ بھی ایسے انداز میں گفتگو کرتی جیسے قاسم بھی رافع کے اس مرض کا سبب رہا ہوا!

شام کو ڈانٹنگ ہال میں آپ بیٹھا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ نئی کار ماڈل اپنا وعدہ پورا کرے گی۔ اس کا خیال تھا کہ مخفی اس کے تن دلوں نے اُسے اس کی طرف متوجہ کیا تھا اور وہ ذرا سی دیر کے لیے مل بیٹھی تھی۔

وہ خاموش بیٹھا بورہونا رہا۔ نظریں دروازے کی طرف تھیں۔ ریگم بالا پہنچ کر اس نے سوچا تھا کہ رافعہ کے ساتھ گھومنے پڑنے میں خاص احتفاظ رہے گا، لیکن وہ اچانک بھار پڑ گئی۔ اچھا ہی ہو اک ہو ٹول والوں نے اس کے لیے نرس کا انتظام کر دیا تھا۔ درد نے اسے ہی بورہونا پڑتا۔ بھار عورتیں اسے ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں... اٹھتے ہائے اور بیٹھتے ہائے۔

"انھیں تو بس جراسان جلد جکام ہو اور مر جایا قریب " وہ بھرا سامنہ بن کر پڑا۔ پھر بیمار عورتیوں ہی کے سے لیجھے میں ہائے ہائے کرنے لگا۔ سوچتے سوچتے فہری روپیک گئی تھی۔

اب چلیے یہ تھا کہ چنیوں سکڑی ہوئی ناک پر شکنیں اور ہونٹوں میں پیچے کی جانب کچھاو... پھر ایسے دردناک لیجھے میں ہائے ہائے کی صدیں لکھنی کر قریب سے گزناہ ہوا ہیڈ ویٹا وہیں رک گیا۔

قاسم دیسے ہی ہر ایک کی نظر میں آگیا تھا۔ پھر رافعہ پر پڑنے والے دورے نے تو اسے پورے ہو ٹول میں مشہور کر دیا تھا۔

"یکوں۔ جناب کیا آپ کو کی تکلیف ہے؟" ہمید ویٹ نے بڑے ادب سے پوچھا اور قاسم چونک پڑا۔
چونکا اور ساتھی بھینپا بھی... فوری طور پر ہی ہی ہی شروع ہوئی اور اس میں بھی اچانک بیریک لگانا پڑا۔ ان سب کیفیات نے پس پخ اس کا حلیہ ایسا ہی پناہیا جسے کسی بڑی تکلیف کو ہنس کھیل رکھیں جانے کی کوشش کرتا رہا ہو۔ "کیا میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟" ہمید ویٹ نے زرم لیجھے میں پوچھا۔

"میری باسی یہا رہے... میں بالقل ملخ ہوں؟"

"باسی ایسیں نہیں سمجھا جناب؟"
باسی نہیں سمجھتے... باسی کی وہ... یعنی کہ مادہ... نہیں قیاقتے میں اسے... باس کی موٹنٹ... میں اس کا

"آخر ہماری کوئی ظاہری پوزیشن بھی تو ہوگی۔ درد نہ ہم یہاں اس طرح قیام کیوں کر سکتے؟"

"ظاہری پوزیشن؟"

"ہاں۔ بڑی معزز جیشت کے حامل میں ہم لوگ بھائے ملک میں معدنی تیل تلاش کر رہے ہیں۔ لیکن کے ایک بڑے ذخیرے کی دریافت کا سہرا بھی ہمارے ہی سر ہے۔" "اوہ۔ تو یہ بات ہے!"

"لیکن یہ کاس کی سربراہی راز ہے۔ اُسے ہمارے سربراہ

کی جیشت سے کوئی نہیں جانتا۔ چیف جیا لجست دوسرا آدمی ہے اور اس کے فرنشتوں کو بھی ہماری پوشیدہ مصروفیات کا علم نہیں!"

"بنناہر جس ملک کی طرف سے کام کر رہے ہو اس کے

وفادر بھی ہو یا نہیں؟"

"صرف ہمیں فیصلہ"

"کیا مطلب؟"

"معدنی تیل سے متعلق حاصل ہونے والی معلومات کا

صرف چرخاحدہ تھا رے یا اس ملک کے حوالے کیا جائے گا۔ پھر فیصلہ نیروں کے لیے ہو گا۔ مثال کے طور پر ہم نے چار مختلف جگہوں پر گیس کے ذخائر دریافت... کیے تھے لیکن صرف ایک ذخیرہ تھا ملک کے علم میں لایا گیا ہے بقیہ تین سے زیر ولیٹ فائدہ اٹھائے گا۔"

حید اپنی کنپیاں سہلانے لگا اور یہاں پڑی تھی۔

"تواب باہر نکلونا" حید بولا۔

"میں کیا بُرے ہیں!"

"کیا مطلب؟"

"اس طرح سردی سے بھی پچے رہیں گے۔ اس یہی کا پڑھیں ایک ایسا نظام موجود ہے جو اپر سے تازہ ہوا کھیپنچ کر ہیکی کا پڑھنک لاسکے اور کٹیں ہو اک باہر نکال سکے... کیا تم مھمن عسوں کر رہے ہو؟"

"قطعی نہیں!"

"دو ایک دن یہیں رکنا ہمارے لیے بہتر ہو گا۔"

حید لمبی سانس لے کر پھر کنپیاں سہلانے لگا۔

ریا بڑی دلادید مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔

رافعہ نے پھیلی رات سے اب تک بستر نہیں چھوڑا تھا

"کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ یہی کا پڑھیہاں ان کی نظریں سے

محفوظ رہ سکے گا؟"

وقطی نہیں۔ میں ابھی اس کو وہاں لے جاؤں گی جہاں

پرندہ بھی پرندہ مار سکے گا۔

حید نے طویل سانس لی اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"ذرا ادھر آڈیمیرے ساتھ ہے ریما اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک

طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

وہ اسے ایک چٹان کے سرے پر لے آئی۔

"پیچے دیکھو"

حید بتائی ہوئی سمت دیکھنے لگا۔ ایک گھر انگار تھا... اتنا گھر کہ اس کی تہہ تایپی میں ڈوب گئی تھی۔

"میں اسے نہ طرف پیچے آتا رہے جاؤں گی بلکہ دس منٹ

بعد پھر یہیں تھا رے پاس موجود ہوں گی!"

"اب نیمرے تحریر ہونے کی باری آئی ہے" حید طویل سانس لے کر بولا۔

"اچھا تم بھی میرے ساتھ چلو۔ لیکن اس بار میں پائلٹ کروں گی" ریما نے کہا اور وہ پھر یہی کا پڑھی طرف پلٹ آئے۔

حید اس وقت اس کی مہارت پر دنگ رہ گیا تھا۔

جب وہ یہی کا پڑھ کر اس غار میں اتار رہی تھی۔ غار میں انھریا تھا۔ اس لے اس نے یہی کا پڑھ کر سارے بلب روشن کر دیے تھے۔ آخر کار یہی کا پڑھ کا پچلا حصہ زین سے گھا اور اس کا انجن بند کر دیا گیا۔ بلب اب بھی روشن تھے۔

"اب، اس کے بعد ہم کہاں جائیں گے" حید نے سوال کیا۔

"ہم یہیں کافی رنوں تک قیام کر سکتے ہیں وہ ریا بولی۔

"یہی کا پڑھ ایم ہنسی کے لیے ہے۔ اس میں ضروریاتِ زندگی کی قریب قریب ساری چیزیں موجود ہیں۔ ڈبوں میں محفوظ

کی ہوئی ایغذیہ، پانی، شراب اور ایندھن، کافی اچائے اور دودھ کے فیٹے وغیرہ وغیرہ"

"اور تم لوگ ان یہی کا پڑھوں کو اعلانیہ استعمال کر سکتے ہو؟"

"روز روشن میں" ریما ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی۔

"مجھے حیرت ہے کہ کسی نے بھی ان کا نوٹس نہیں لیا"

"متحیں یہ سن کر اور بھی حیرت ہو گی کہ اکثر ان میں تھاۓ

یہاں کے اعلیٰ سرکاری آفیسر بھی موجود ہوتے ہیں"

"بات میری سمجھ میں نہیں آئی؟"

"تم جھوٹے ہو"

"مت لیکن کرو۔ خود ہی دیکھ لو گی"

ریما خاموش ہو گئی۔ یہی کا پڑھ کی پرواہ جاری تھی۔

حید اب بولتا ہی نہیں چاہتا تھا۔ بہت طویل تراپڑتا تھا

لیکن پھر بھی ایک سوال تو باتی ہی تھا۔ آخر دہ اس طرح اسے کہاں لے جانا چاہتی ہے؟

جواب میں ریما بولی تھی۔

"بیس خاموشی سے چلتے چلو۔ کپاس پر میری نظر ہے۔

جہاں یہیں کرنے کو کہوں اندر دینا۔ اس طرح ایک یہی کا پڑھ

بھی ہمارے قبیلے میں آجائے گا"

"اوہ۔ تو یہ تم اسے دوبارہ استعمال بھی کر سکو گی؟"

"دیکھا جائے گا۔ تم بات پر سمجھ کر کوں کرنے

لگتے ہو"

"بورہونا شروع ہو گئیں نا آخر" حید نہیں کر بولا۔

"مختہر... ہاں... ہمیں یہیں آتیں ہے"

"اچھی طرح اطمینان کرو" حید نے کہا۔

ہیلی کا پڑھ فرمایں تھم گی تھا۔

ریما نے ہنس کر کہا۔ میں اتنی اندازی نہیں ہوں...

چلو... اتار دیکھے؟

آخر کار وہ ایک جگہ لے گیا۔ حید کو رہا تھا کہ یہیں وہ

کسی غیر مسطح جگہ سے نہ لگ رہا جائے۔

"تم نے دیکھا" ریما اس کے قریب انگل پخا کر بولی۔

حید نے انجن کا سوچ آف کر دیا۔

"نیچے اترو" ریما نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

اور یہی کا پڑھ سے اترنے کے بعد وہ اس کی میمع اندازہ

کرنے کی صلاحیت کا قابل ہو گیا۔

چٹان کا یہ حصہ انساپیٹ اور مسطح تھا۔ جیسے خاص

ٹوڑ پر اسی کام کے لیے تراشا گیا ہو۔

"میں ذاتی ٹوڑ پر ایسی کئی جگہوں سے واقف ہوں" ریما مسکرا کر بولی۔

"میرے ساتھیوں کو ان کا علم نہیں۔ بہت عرصہ سے

یہ پھر میرے ذہن میں تھی کہ کبھی نہ کبھی تنظیم سے اخراج کا

موقع بھے فرور ملے گا لہذا میں ایسی میں گاہوں کی تلاش میں رہا کرتی تھی"

"بس کیا بتاؤں گچلا ہو گیا"
"گچلا کیا؟"

"مجھے گھپلے کی انگریزی نہیں معلوم ہے
"داقعی تم بہت نیک آدمی ہو"
"میری ہر ٹینکی میرے لگے میں پھافسی کا چندہ بن جاتی ہے"

"چھاب تم نے کیا سوچا ہے"

"کسی دن سمندر میں کوکر جان دے دوں گا"
"بیہ آخری اور سب سے بڑی حماقت ہو گی... تم دوسرا شادی کیوں نہیں کر لیتے ہم لوگ تو چار چار شادیاں کر سکتے ہوں"
"اب نہیں کر سکتے... فیلی پلانگ واؤں نے گچلا کر دیا ہے"

"اچھا بس ختم کرو۔ کوئی اور بات کرو"
"کھانے پینے کی بات کروں" قاسم نے لہک کر پوچھا۔
"کیا یہاں تھارا کوئی دوست نہیں ہے؟"

"مجھے کوئی اپنا دوست بنانا پسندی نہیں کرتا"

"آخر کیوں؟"

"مجھے کون دوستی کرے گا۔ اتنے بلے اور بے ڈول آدمی سے"
"میں کروں گی... میرے اچھے دوست" یہ نلني اس کے
باخھ پر ہاتھ رکھتی ہوئی بڑے پیارے بولی۔
اور قاسم پھر بعد پڑا... اس بار بناوٹ نہیں تھی۔ سچ
مجھ رود رہا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی سورج رہا تھا کہ واقعی وہ الٰہ کا پڑھا
ہی ہے۔

★★

بھی سورج غروب نہیں ہوا تھا۔
کرغل فریدی نے رالفل اٹھائی اور اس بڑے غبارے
پر فائز کر دیا جو چڑاؤں کی اور ٹسے ابھر کر فضا میں بلند ہو
رہا تھا۔ فائز بے آواز تھا، لیکن گولی لگتے ہی عمارہ ایسے دھاکے
کے ساتھ پھٹا کر آس پاس کی چڑائیں لرز کر رہ گئیں۔
اس نے چیبی طرائفیہ طریقہ کالا اور جیسے ہی اس کا سورج
آن کیا۔ آواز آئی ہیلیو... ہارڈ اسٹون سرن... ہیلیو ہیلیو...

بی ایٹ کانگ سر...!

"ہیلیو... بی ایٹ... اسٹون... اور..."
"تیکھ خاطر خواہ رہا جناب... کھدائی کرنے والوں میں

سے دو موٹے موٹے قتلے گا لوں پر ڈھلک گے۔
"اوہو۔ اے۔۔۔ تم رو رہے ہو"

قاسم نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر باقاعدہ طور پر سکیاں اپنی شرودع کر دی تھیں۔

"تم عجیب آدمی ہو" نلني کھسیانی، سنی کے ساتھ بولی۔
لیکن قاسم بدستور روتارہ۔

"میں اٹھ کر چلی جاؤں گی۔ کیا مجھے بھی تماشا بنانے کا
ارادہ ہے؟"

"ش... نہیں... میں... ابھی... ٹھیک ہو جاؤں
گا... آپ نہ جائیے... فلاکے لے رک جائیے... میں

آپ کوپنی درد بھری کہانی سناؤں گا"

"اچھا تو اب بالکل خاموش ہو جاؤ۔ مٹھے پرسے ہاتھ
ہٹا دو"

بدقت تمام قاسم اپنی حالت پر قابو پاس کا۔ اس کی

آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور ہونٹ کسی قدر متورم نظر آنے

لگتے تھے۔

"ہاں۔ میں نے آپ سے جھوٹ بولا تھا" دھکھ دیر
بھراں ہوئی آواز میں بولا" وہ میری پیسوی مزدور ہے لیکن بھر

بھی میری بیوی نہیں ہے"

"کیا مطلب ہے؟"

"اب میں آپ سے کیا بتاؤں... مجھے شرم آتی ہے۔
مطلوب یک... بس سمجھو جائیے؟"

"آخر کیوں؟"

"سارے چار قٹ کی ہے... اور وزن پچاس پنڈ
سے زیادہ نہ ہو گا۔ ایک مانگ ٹھیک ہے اور دوسری فرف

سارے آٹھ انچ کی ہے"

"اوہو۔ پیدائشی!"

"جی ہاں۔ پیدائش کے وقت دوڑھائی انج

کی رہی ہو گی" مجھے بے حد افسوس ہے، لیکن تم نے اس سے شادی
کیوں کر لی؟

"بس کیا بتاؤں۔ ایک تیم خانے میں چند دنے گی
تحاہ۔ تیم خانے کے میخترے کہا۔ اگر ثواب کمانا ہے تو کسی

تیم لڑاکی سے شادی ہی کر لیجئے۔ میں نے کہا اچھی بات ہے"

"بڑے احقر ہو توں" نلني نے غیضہ لیجئے میں کہا۔

"میں کتنا خوش نصیب ہوں"
"تمھیں ہونا ہی چاہیے۔ اتنے بلے چڑھے ہو"

"آپ میرا مذاق اڑاہی ہیں" "تم اتنے اچھے آدمی ہو۔ میں تھارا مذاق کسے اڑاکتی

ہوں۔ لکھی مخصوصیت ہے تھارے چہرے پر کیا تم نے کبھی
کسی کو چاہا بھی؟"

"کے چاہوں! کون پسند کرے گا کہ کوئی گوشت کا پھاڑ
اسے چلے؟"

"آدمی محض ٹھیک اور گوشت ہی تر نہیں ہے"

"پھر کیا ہے؟"

"پہنچے نہیں۔ دراصل مجھے اس قسم کی گفتگو کرنا نہیں

آتی ہے نلني نے کس قدر جھینپ کر کہا" دیے کوشش کرتی ہوں؟
"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ مجھے بھی گفتگو کرنا نہیں آتی"

قاسم خاموش ہو کر بولا" میری بیوی کہتی ہے... اور ہے؟
اس نے دونوں ہاتھوں سے مٹھ دبایا۔

"کیوں، کیا بات ہے؟ پیسوی"

قاسم بدستور دونوں ہاتھوں سے مٹھ دبائے پڑ پڑ
پلکیں جھپکائے جارہا تھا۔

"بوڑو۔ تم خاموش کیوں ہو گئے؟ کیا تم نے جھوٹ کہا تھا

کہ تھاری اچھی شادی نہیں ہوئی"

قاسم دل ہی دل میں شود کر گایاں دیتا رہا۔ پھر اس
نے سوچا کہ وہ تو اُردوجانی ہی نہیں لہذا وہ بانگ دہل بھی

خود کو گایاں دے سکتا ہے۔

"میں آخر اتنا اُلو کا پٹھا کیوں ہوتا جا رہوں" اس
نے خود سے سوال کیا۔

"کیا کہا تم نے۔ انگلش میں دہراوہ نلني بولی۔

"یہ سورج رہا تھا"

"کیا سورج رہا تھے؟"

یہی کہ مجھے سب کچھ سچ سچ آپ کو بتا دینا چاہیے:

"تو بتاؤنا!"

"میں شادی شدہ ہوں"

نلني کے چہرے پر مایوسی کے آثار دھائی دیے۔ آنکھیں

کسی در غمکشی کا تاثر دینے لیں۔

"میں بڑا بد نصیب ہوں" قاسم بھراٹی ہوئی آواز میں بولا۔

سچ مجھ اپنی بے نی پر اس کا دل بھرا آیا تھا۔ آنکھوں

سکر پڑا ہوں... لا جو دل اتوڑے میں اتنی بکواس کر رہا ہوں...
تم اپنا کام دیکھو جو" "بہت بہتر جناب" دیڑنے کے کہا اور مسکرا مہوا آگے
بڑھ گیا۔

قاسم پھر صدر دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ دنقا
اس کی باچھیں کھل گئیں۔ نلني ہاں میں داخل ہو زہی تھی۔

قاسم نے کسی سے اٹھ رکھا اس کا استقبال کرتے ہوئے
کہا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ... آپ آگئیں.. میں بہت

بورہورہا تھا۔ یہاں کسی کو بھی نہیں جانتا" "یہی حال میرا بھی ہے"

"یعنی کہ آپ بھی؟" "ہاں... ہاں... میں بھی یہاں کسی کو نہیں جانتی"

قاسم کے چہرے پر ادا سکھا گئی۔ وہ سمجھا تھا شاید وہ
بھی اس کے لیے اپنی بے قراری ظاہر کرے گی۔ کہے گئی وہ

بھی اس سے ملنے کے لیے بے چین تھی اور جدائی کے لمحات
اس نے بھی "بوریت" میں گزارے ہے۔

"ارے تم یک بیک مفہمل کیوں ہو گئے؟ نلني نے تبدیلی
مکوس کر کے کہا۔

"بیس یونی۔ بھی بھی بھی ہو جاتا ہوں"

"کوئی خاص سبب؟" "بہت چھوٹا سا سبب ہے"

"چھوٹا سا سبب؟" "ہاں۔ سارے چار فٹ کا سبب"

"کہیں تم نے میں تو نہیں ہوا" "میں شراب نہیں پیتا"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تھارے ملک کی بھی بات
مجھے پسند ہے۔ ہر آدمی شراب نہیں پیتا۔ نئے کوٹھے ہی
رہنے دیا ہے... پیاس نہیں بنایا ہے"

"میں سکویٹ بھی نہیں پیتا" "یہ تو بھی اچھی بات ہے۔ مجھے تباکو کی بُو سے نفت ہے"

"ارے تو کوئی میں ہر وقت آپ کے پاس بیٹھا رہوں گا"

"میری توہی خواہش ہے" "آپ پیچ کہہ رہی ہیں میں: قاسم نے حد سے زیادہ خوشی

کا اٹھا کر تھے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ ہاں یقین کرو" "میں تھاں کے کوئی بھی بات ہے"

سراسیگی پھیل گئی ہے... اب دوسرا غبارہ ہم اپاٹ تھی
سے چھوڑ رہے ہیں یا
اوور یا

میں اپاٹ ٹوپ پہنچ کر تھیں آگاہ کر دوں گا...
اور ایندہ آں...
سوچ آف کر کے اس نے رانسیٹر جیب میں ڈال لیا
اور مختلف سمت میں مکاکر تیزی سے چل پڑا۔

یہ دراز اتنی کشادہ نہیں تھی کہ دو آدمی برابرے چل سکتے۔ کچھ دور چلتے کے بعد وہ پھر کھلے میں نکل آیا اور مغرب کی سمت رخ کر کے ایک بڑے پھر کی اوث میں کھڑے ہوئے ہوئے دوبارہ رانسیٹر نکلا۔
”ہیلو بی ایٹ“ وہ سوچ آن کر کے بولا۔
”یس سر“ آواز آئی۔
”ٹھیک ہے“
”اپاٹ تھری سر“
”رامٹ“

سوچ آف کر کے اس نے رانسیٹر جیب میں ڈالا
اور انفل سیدھی کرنے ہی والا تھا کہ کسی بیلی کا پڑی کی گرج دار آواز سنائی دی۔

اور جیسے ہی ایک غبارہ سامنے والی پٹانوں سے اپر اٹھا۔ ہیلی کا پڑ بھی نظر آگی۔
آپستہ آہستہ اور اٹھنے والے غبارے کے گزارس نے چکر کاششروع کر دیا۔
فریدی چنان کی اوٹ لیتا ہوا آہستہ آہستہ چلتے گکا۔
ہیلی کا پڑ بھی سارے زفار سے غبارے کے گرد چکر لگانے جا رہا تھا۔ فریدی ایک جگہ رک گی۔ اسے غالباً یقین سخت کر اس جگہ سے وہ اُسے نہ دیکھ سکیں گے۔

اس نے انفل سیدھی کی اور غبارے کا نشانہ کر فائز کر دیا۔ یہ غبارہ بھی اندرست قسم کے دھماکے کے ساتھ چھٹا تھا۔ ہیلی کا پڑ بھی پڑا کیے بغیر مغرب کی طرف اڑا پلا گیا۔ اس کی آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی لیکن خود نظرول سے او جھل ہو چکا تھا۔
اب فریدی اسی چنان کی اوٹ لیتا ہوا دراز کی طرف واپس ہوا۔ اچانکہ ہیلی کا پڑ کی آواز پھر قریب گھوس ہونے لگی اور جب وہ دراز میں داخل ہو رہا تھا، ہیلی کا پڑ اس

کے اوپر سے گزر گیا۔ لیکن پرواز اپنی تھی۔ اگر نبھی ہوتی تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا وہ اس دراز میں تو نہیں ویچا جا سکتا تھا
لیکوں کہ کافی اپنی اپنی پر دنوں چٹانیں اتنی قریب ہو گئی تھیں
کہ دن کی روشنی بھی اندر نہیں پہنچ سکتی تھی۔

دراز کے درمیں سرے پر فریدی رک گیا۔ ہیلی کا پڑ
کی آواز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اب وہ بھی پروازیں کر رہا ہے۔

پھر یک لخت اس کی آواز بہت تیز ہو کر بندہ ہو گئی۔
اسے کہیں قریب ہی اتارا گیا تھا۔ فریدی نے رانفل

دہیں دراز میں پھوڑ دی اور پھر اسی سرے کی طرف چل پڑا۔
جدهم سے داخل ہوا تھا۔

آواز کی بنا پر اس کا اندازہ تھا کہ وہ اسی سمت تما رکیا گا۔
۷ ہیلی کا پڑ سے تین آدمی اترے تھے۔ ان میں پائلٹ

بھی شامل تھا۔ پائلٹ غیر ملکی تھا۔
دونوں دیسی آدمی اس کے پیچے ہاتھ باندھے اس

طرح کھڑے تھے جیسے پیشی غلام ہوں۔
ذفتاً غیر ملکی غرایا ”غبارہ خود سے نہیں چھٹا تھا۔

کوئی خارجی سبب تھا۔

”پچھے بھی ہو... ہمیں فوری طور پر پتا گھانا پڑے گا...
ورتہ ایک معماں آدمی بولا۔

”ورتہ کیا؟“ غیر ملکی نے سخت لیجے میں سوال کیا۔
”اس جگہ کے مزدور پہلے ہی بھاگ گئے تھے اور اب ادھر

کے بھی بھاگ گئے ہوں گے!“
”ہوں۔ تم ٹھیک کہتے ہو؟“ غیر ملکی سر ہلاکر بولا۔ تم میں

سے ایک یہیں ٹھہرے۔ زین خان تم میرے پاس آؤ۔“
پھر ایک آدمی ہیلی کا پڑ کے پاس ہی ٹھہر رہا تھا اور

دوسرے غیر ملکی کے ساتھ ایک طرف چل پڑا تھا۔
آہستہ آہستہ تاریکی چھیلتی جا رہی تھی۔ وہ نشیب میں

اڑ لے لیجے پچھے دو چل کر غیر ملکی رک گیا۔
”تم ٹھیک کہہ رہے تھے؟“ اس نے زین خان کی طرف

ملا کر کہا۔ لیکن مزدور گئے کہاں؟“
”اس پاس کے غاروں میں جا چھے ہوں گے۔“

”کہاں میں وہ غار... مجھے وہاں لے چلو۔ میں کسی

بات سے بھی لا علم نہیں رہتا چاہتا۔“
”آپ نے کبھی اس کی خواہش بھی نہیں ظاہر کی مطری

لیکر اس زین خان برلا۔

”ہوں۔ ہوں۔ چلواب دکھا دو۔“

زین خان سیده حارستہ پھوڑ کر بائیں جانب مرگی۔ یہ

جلد بھلی ڈھلان تھی۔ اس طرح اچانک مژکر تو ازن

برقرار رکھنا صرف اخی کے بس کا کام تھا جو اس کے عادی

رہے ہوں۔ یکراں فوری طور پر زین خان کی تعلیم نہیں کر سکا تھا۔
اخنیا طکے باوجوہ بھی وہ گرتے گرتے بچا۔ زین خان

نے پھر تی سے مڑکر اسے سنبھال لیا تھا۔

پارچھوٹے چھوٹے غاروں سے انھوں نے انھوں نے اٹھاں ادمی

براہمیکے۔ زین خان نے انھیں ایک جگہ جمع کر کے اپنی آواز

میں کہنا شروع کیا۔ تم لوگ ڈرو نہیں۔ اس قسم کے دھماکے

متعین کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تیل تلاش کرنے والوں

نے کوئی تحریر کیا تھا۔ اب، ہم کوشش کریں گے کہ انھیں

ایسی جگہوں پر اس قسم کے تحریبے نہ کرنے دیں جہاں ہمارا

کام ہو رہا ہو۔“
”ہمیں کچھ بتایا بھی تو نہیں جانا۔“ مجمع سے ایک آدمی

آگے بڑھ کر بولا۔
”تم بالکل فکر نہ کرو۔ اب ایسی کوئی بات نہ ہونے پا سکتی“

انھیں سمجھا بچھا کر زین خان یکراں کی طرف متوجہ ہوا۔
”سوسیو یکراں!“ اس وقت میں نے انھیں دوبارہ

کام شروع کرنے پر آمادہ کر لیا ہے، لیکن اگر دوبارہ اس

قسم کی کوئی واردات ہوئی تو یہ یقینی طور پر پھوڑ جا گیں گے۔
”میں دیکھوں گا۔ میں دیکھوں گا۔“ یکراں نے پڑھو شیش لیجے

میں کہا۔
”آخواں سلسلے میں ہم کے تلاش کر رہے تھے“ زین خان

نے سوال کیا۔

”ہمارا کوئی بھی دشمن ہو سکتا ہے۔“
”کس لیے۔ کیا ہمارے علاوہ کسی اور کوئی علم ہے کہ تم ہیاں

حقیقتاً کیا کر رہے ہیں؟“

”ہا۔ ایک خطرناک آدمی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم

اس کا نام سن کر گھر جاؤ۔“

”سوسیو یکراں!“ تم زین خان کو کیا سمجھتے ہو؟“

”پھر بھی نہیں چاہتا کہ تم میں ہر اس پھیلے۔“

”یہ سو سچا یکراں!“ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں

دے سکتا۔“ زین خان کی آواز میں بجوش غصب کی لرزش تھی۔

”چلو!“ یکراں دوسری طرف متاہر بولا۔

زین خان اس کے پیچے رہا تھا۔ ٹارچ ہاتھ میں تھی اور
وہ یکراں کو استد کھاتا جا رہا تھا۔

”کیا تھیں علم ہے کہ آج ہمارا ایک ہیلی کا پڑھنے اس
گی ہے، یکراں نے چلتے چلتے کہا۔

”نہیں میں جانتا ہے۔“
”وشنوں میں سے ایک ہمارے ہاتھ آگئا تھا، ایک دن“

ہو گیا اور ہیلی کا پڑھنے لے گیا۔
”میں اب اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔ موسیو

یکراں“ زین خان نے ناخوشگار ہیجے میں کہا۔
”وہ کرنل فریدی کا سٹنٹ تھا۔“

”کون“ زین چلتے چلتے رک کر بولا۔ ”کرنل فریدی“
”ہو سکتا ہے۔ تم نے اس کا نام نہ سنایا۔“

”صرف ایک ہی کرنل فریدی پورے ملک میں شیطان
کی طرح مشہور ہے۔“ زین بھائی ہوئی آواز میں بولا۔
”اور الفاق سے میں اُسی کرنل فریدی کا ذکر رہا تھا، لیکن
نے چھتے ہوئے ہیجے میں کہا۔“

”میں خالف نہیں ہوں موسیو یکراں۔ میں اس کے
بارے میں سب کچھ جانتا ہوں، لیکن اسے کیوں کر معلوم ہوا ہم
تر حکومت کی اجازت سے کھدائی کر رہے ہیں؟“

”حکومت کی اجازت سے ہم قدیم آثار کے لیے کھدائی
کر رہے ہیں لیکن کیا کھدائی کا مقصد یہی ہے؟“

”مقصود کا علم ہمارے علاوہ کسی اور کوئی نہیں ہے،“ زین نے
کسی قدر ناخوشگار ہیجے میں کہا۔

”لہی کہانی سے زین خان! لیکن میں تھیں مختصر بتاؤں گا۔
فرانس سے ایک لڑکی آئی تھی۔ اس کے پاس چڑھے پر ایک

قدیم تحریر دھان۔ وہ تحریر دراصل اسی خزانے سے متعلق تھی جس
کی ہیں تلاش ہے۔ برمائے دھمکشوں نے اس تحریر کو

پڑھا اور لڑکی سمیت ریگم بالا کے لیے چل پڑے... راستے
میں کسی طرح فریدی کے ہاتھ لگے۔ اب تحریر کے لیے ہمارے

در میان رستہ کشی شروع ہو چکی تھی۔ لیکن جلد لڑکی کو سے بھاگا
تحریر اکرام کے موٹیل میں جل کر فاٹ ہو گئی۔ دو نوں بھلکشوبھی

جل مرے۔“
”اوہ ہو! تو یہ قصر تھا اکرام کے موٹیل کا۔“ زین خان برڑا یا۔

”بعد میں لڑکی اور لیکن جلد ہمارے ہاتھ لگے، لیکن پھر
نکل بھاگے اور ہیلی کا پڑھنے لے گئے!“

”اوہ ہو! تو یہ قصر تھا اکرام کے موٹیل کا۔“ زین خان برڑا یا۔

”بعد میں لڑکی اور لیکن جلد ہمارے ہاتھ لگے، لیکن پھر
نکل بھاگے اور ہیلی کا پڑھنے لے گئے!“

117

"بس چپ چاپ نکل چلو۔" فریدی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

"موسیو! یکراس پہنچا!"

"زین خان سخت کا ذفت نہیں۔ اندر ہر کسی کو بھی نہیں چھوڑتا۔ جتنی جلدی ملکن ہو یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ یکراس کہتا ہوا آگے بڑھا۔

پچھو دیر بعد ہیلی کا پڑھنے میں پرواز کر رہا تھا۔ زین خان اور اس کا سامنی خاموش بیٹھے تھے۔

سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ پرواز کے پاس پچھو منٹ بعد یہی کا پڑھنے اترنے لگا۔

"تم دونوں اتر جاؤ۔" دفعتاً یکراس نے کہا۔ ان میں سے کوئی پچھہ نہ بولا۔

یہی کا پڑھنے کچھا تھا۔ اس کا بخوبی بالآخر خاموش ہو گیا۔

یکراس یہی کا پڑھ کے اندر رہنے کر کے ان کی طرف ملا۔ میں نے کہا تھا کہ تم دونوں پیچے اتر جاؤ۔ اس نے کسی قدر ناخوشگار بھی میں انھیں مخاطب کیا۔

اور دوسرے ہی لمحے زین خان کا ریالور ہول سٹرے نکلا اور ساتھی کے پہلو سے چلنا۔

"موسیو... اس کا کارگرایکے اور تم اپنے ہاتھ اور اپر اٹھاؤ دندن شوت کر دوں گا"

یکراس کے چہرے پر تحریر کے آثار نظر آئے۔

"جلدی کچھے موسیو! یہ بھے اپنا ساتھی معلوم نہیں ہوتا"

یکراس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے اور کوٹ کا کار پیچے گرا دیا اور بھونج کارہ گیا۔

"تم کون ہو؟" زین خان اس کے پہلو پر ریالور کا دباؤ ڈالتا ہوا غرایا۔

"میں گونگا ہوں۔" وہ آدمی ہنس پڑا۔

"میرا ساتھی کہاں ہے؟"

"تم مدد نہیں! میں نے اپنے کپڑے اسے پہنادیے ہیں۔ دہ بھی خاکے گرم تھے۔ تھارا ساتھی سروی سے محفوظ رہے گا۔"

"اوہ... ٹھہر و... یکراس بول پڑا۔" تم اسے کوئی رکھو ہم دیلان قلعے کی طرف چلتے ہیں؟

"نہیں موسیو! زین خان سخت ہے جیسے میں بولا۔" پھر

"میرے ساتھ آؤ۔" وہ آہستہ سے بولا اور وہ دونوں اور کوٹ کے اوپر کے کاروں میں اپنے کان دبانے اس کے پیچے چلنے لگے۔ اس وقت ہر ابھی تیز تھی اور سر وی کا یہ عالم تھا جیسے ہوا۔ نے یہاں پہنچنے سے پہلے کسی برف نزار میں دیر تک قیام کیا ہو۔

ایک جگہ رک کر یکراس بولا۔ "وہ اور پر دیکھو..." سامنے والی چنان کے اوپر سی حصہ پر ہلکی سی روشنی نظر آرہی تھی... یکراس بائیں جانب مٹا اور چنان پر چڑھنے لگا۔ اور پہنچ کر وہ بڑی احتیاط سے روشنی کی طرف بڑھنے لگا۔ تینوں نے ریالور بھی نکال یہ تھے۔

بالآخر وہ ایک پتلی سی دراڑ کے قریب جا پہنچے اور تب اس روشنی کا راز کھلا۔

ایک بڑی سی روشنی طاری پتھر سے لکی کھڑا بچھڑا دُگری کا زاویہ بتا رہی تھی۔

اس کی روشنی انھیں پیچے سے نظر آئی تھی... طاری کے قریب ہی پچھا اور سامن بھی ملا جس میں محفوظ کی ہوئی نظر کا ایک ڈبہ بھی شامل تھا۔

وہ ہر قسم کے جلے کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھے۔

دفعتاً زین خان بولا۔ میں اس دراڑ میں جا کر دیکھا ہوں!

اب اس نے خود اپنی طاری پتھر نکالی اور دراڑ میں داخل ہو گیا۔

یکراس سخنیں خان کے ساتھی سے کہا۔ "تم اس راستے کی گرانی کرو۔ جوڑے ہم یہاں تک پہنچے ہیں۔"

وہ اس طرف چلا گیا اور یکراس دراڑ کے سرے پر ٹھہر رہا۔

پچھو دیر بعد زین خان کی طاری کی روشنی نظر آئی اور پھر وہ اسی دراڑ سے برآمد ہوا۔

"کوئی اس دراڑ میں تھا؟" وہ یکراس کے قریب رک کر بولا۔

"ادردہ بہت جلدی میں یہاں سے جا گا ہے۔"

"دراڑ میں تھیں کیا ملا؟"

"تازا جلی ہری چند دیساں ایسا اور سکار کے نکٹے۔" زین خان نے اپنی مشقی کھول کر اس پر طاری کی روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔

"اوہ... ٹھہر و... یکراس ایک نکٹے کو چنکی سے اٹھانا ہوا۔" کوئی منداز لیجے میں بڑھا یا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"فریدی کا قبیلہ!" یکراس کے ہیجے میں حیرت تھی۔ "وہ تو کہیں بھی پکڑے جاسکیں گے۔ یہی کا پڑکہاں چھپا میں گے؟"

"تباہی نہیں ہے۔" زمانہ گزرا، اس کے آبا احمد اور پہاڑوں کو پھوڑ کر میدانوں میں جا بے تھے۔ مغلوں کے دور کی بات ہے۔

کیسی انھیں خطابات میں۔ انھوں نے جاگیریں حاصل کیں اور مہذب کھلاتے، لیکن پرانی خلشیں اب بھی باقی ہیں۔

"اوہ... اچھا اچھا۔ اب میں کچھ کچھ سمجھ سا ہوں۔" یکراس کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "فی الحال ہمیں بڑھنے کرہے ہیں۔" آج سر دی بھی بہت بڑھ گئی ہے آسمان کا رنگ بتا رہا ہے کہ برف باری ہو سکتی ہے۔

وہ پھر جل پڑے دونوں نے اور کوٹ کے رکھنے کے کارانہا رکھنے کے لئے بے تھے۔

"آدمی ہوں۔ اگر تم نے یہی جل میرے قبیلے کے کسی دوسرے فرد کے سلسلے میں کہا ہوتا تو وہ تھیں زندہ نہ چھوڑتا۔"

"ادھو۔ تم خفاہوں کے میرے دوست!"

"ہم صرف کسی معابدے کا احترام ہی کرنا جانتے ہیں۔" اس کے علاوہ بچہ نہیں بخوانے کے سلسلے میں تھیں پارٹی کا

لیڈر تیم کرچکے ہیں۔ صرف اسی کی حد تک تھارے اس طاقت گزار رہیں گے اور تھارا ہر فیصلہ ہمارے لیے قابل قبول ہو گا۔"

"میں یہی نہیں سمجھ سکا کہ تھاری خفگی کس پناپر ہے۔" "کرتل فریدی کی پناپر"

"ای وہ تھارے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے؟" "نہیں!"

"تو پھر!"

"اگر اس کو خزانے کی سُن گُن مل گئی ہے تو وہ اسے ہمارے ہاتھوں ہرگز نہ لے گا۔"

"میں نے غلط تو نہیں کہا تھا!" یکراس ہنس پڑا۔

"نہیں!" زین پر تریخ کر بولا۔ "اس سے کہنم گھٹاٹکراڑ سے تم ہمیں روکو گے۔ تم چاہو گے کہ سارا کام خاموشی سے ہوتا ہے؟"

"ہا۔ میں تو بھی چاہوں گا!"

"اگر کرنل فریدی پرچ پیچ ہمارے مقابلہ ہے تو میرے قبیلے کا کوئی آدمی چہرہوں کی طرح کام کرنا پسند نہ کرے گا؟"

"آخونکوں؟"

"قبیلے کی عربت کا سوال ہے... فریدی سرکاری آدمی ہے، اس یہی میرا قبیلہ پیچے نہ ہے گا"

"میں تم سے وجہ پوچھ رہا ہوں زین خان!" یکراس نے نرم ہیجے میں کہا۔

"اس کے اور ہمارے قبیلے کے درمیان ہمیشہ سچائی اسی ہے۔"

میرے ساختی کا پتا چلنا چاہیے۔
”بیو قوی کی بائیں نہ کرو۔ دہیں چل کر معلوم کر لیں گے“
”میں اپنے ساختی کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا
موسیو!“

”اچھی بات ہے تو اسے نیچے آناردو۔ یہیں سمجھے لیتے میں“
”نیچے اڑو!“ زین خان غرایا۔ ساختی اس تے اسے
راستہ دینے کے لیے پھر تے پوزیشن بدلتی تھی۔

اس کا ساختی فاموسی سے نیچے اڑ گی پھر وہ بھی اڑا۔
”تم کون ہو؟“ زین خان نے کسی قدر نری اختیار کرتے
ہوئے اس سے سوال کیا۔

”میں اگر اپنا نام بھی بتا دوں تو تمھیں کیا۔ تمہیں مرف
اپنے ساختی کی خیوبیت سے غرض ہونی چاہیے“
یکراں ان کے قریب آکھڑا ہوا تھا۔ اس نے زین
خان سے پوچھا۔ ”پیا کہہ رہا ہے؟“

”تمہاری آسانی کے لیے میں تھادی ہی زبان میں گفتگو
کرنے کو تیار ہوں۔“ یکراں نے مکھا تان کر پوچھا۔

”بدقیزی سے پیش نہ آؤ۔ درد اس قبائلی کے ہاتھ
میں بوری پوکرہے اس کی گولی تمہارے سینے میں پیوست
ہو جائے گی۔“ زین خان دانت پیس کر لے۔
”زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ ہماری بات کا جواب دو۔“
زین خان غرایا۔

”میرا نام... خادرے...“
”تم نے میرے ساختی کی جگہ لیتے کی کوشش کیوں کی؟“
”اگر اس کی جیب سے کوئی معقول رقم برآمد ہو جاتی تو
اپنی راہ لیتا۔“

”ادھر کے راہ نہیں سے میں واقف ہوں۔“ زین خان
تیز لہجے میں بولا۔ ”لیکن ان میں سے کوئی بھی تمہاری طرح
انگکش میں گفتگو نہیں کر سکتا۔“

”میں نے کب کہا ہے کہ میں پیشہ درہ زمان ہوں۔ مجھے
ضرورت ہے کچھ رقم کی۔“
”اے نیچے چلو!“ یکراں آہستہ سے بولا۔ اس کی
طرف سے مطمئن ہو جانے کے بعد ہی میں کہیں جاسکوں گا۔
یہی کاپڑا کسی عمارت کی چھت پر اڑا تھا۔

”تم میرے ساختو کوئی بُرا بُرا دہنیں کر سکتے؟“ جنی نے ”چلو“
لہجے میں کہا۔

”موسیو! یکراں۔ مجھے فوری طور پر اپنے ساختی کے بارے
میں معلوم ہونا چاہیے“

”زین خان۔ یہ مجھے اسی کا کوئی آدمی معلوم ہوتا ہے؟“
یکراں بھی ریوالر نکالتا ہوا لے۔
”اخاہ۔ یک دش دشدا!“ جنی نے ہلکے سے تھی کے
ساختہ کہا۔

”تم نے بھی ریوالر نکال لیا۔ ہاں دوستو میں اسی کا
آدمی ہوں!“

”کس کا؟“ زین نے بے صبری سے پوچھا۔
”اپنے موسیو! یکراں سے پوچھو!“

”میں غلط نہیں کہہ رہا۔ زین خان اسے نیچے لے چلو!“
”یکراں۔ میں قی الحال یہ معلوم کرنا پاہتا تھا کہ تمہاری
دوسری پوزیشن کیا ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ عمارات
جیو لو جیکل سروے کے سلسلے میں ہمیڈ کارڈر کا کام انجام دیتی
ہے۔ ہیلی کاپڑا بھی سرکاری ہے۔ میرا چیف تمہارے خلاف
ثبوت فراہم کرنے میں معروف ہے؟“

”دیکھا تھا۔ یہ کرنل فریدی کی بات کر رہا ہے۔“
”میرا ساختی!“ زین خان دانت پیس کر لے۔
”تمہارا ساختی اسی صورت میں واپس مل سکتا ہے جب
مجھے کوئی گزند نہ پہنچے!“

”اس سے پہلے تم مجھے یہ بتا دے گے کہ فریدی کہاں ہے؟“
یکراں پر پڑخ کر بولا۔

”اگر معلوم بھی ہوتا تو مجھے نہیں اگلو سکتے!“
”زین خان اسے نیچے لے چلو!“

”جنی دیر کرد گے تمہارا ساختی اتنے ہی زیادہ عذاب میں
متلا ہوتا جائے گا!“
”میں کہہ رہا ہوں اسے نیچے لے چلو!“

”نیچے چلو!“ زین خان دھاڑا۔
”کیوں حلٹ پھاڑ رہے ہو۔ مجھے نیچے آنے کے لیے تھیں
کرین کا انتظام کرنا پڑے گا۔ تم جیسے تو شاید مجھے ایک اتنی بھی
نہ ہٹا سکیں!“

”موسیو! اسے کوئی کیہے میں دیکھتا ہوں!“ زین نے
اپناریالر سڑک میں رکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا
”جواب دوں گی۔“ ریا کے ہونٹ ہٹے۔

پھر وہ اسے دھکیل کر آگے بڑھانے کے لیے پیش قدمی
کر رہی رہا تھا کہ اجنبی بڑی بھرتی سے جھکا اور اسے اپنے اپر
اٹھا کر لیکر اس پر الٹ دیا۔

دونوں گرے تھے اور اجنبی نے اپنی جیب سے کوئی
چیز نکال کر ان کے قریب بھیکی تھی۔

ہلکے سے دھماکے کے ساختہ کشف دھواں ان کے
گرد پھیل گیا تھا۔ پھر وہ کھانستے رہے تھے۔

دھواں... دھواں... گہرا دھواں... دھواں
کھانستے رہے اور بے بسی سے وہ آوازستہ رہے جو ہیلی کا پتھر کا
انحن فنا میں منتشر کر رہا تھا۔

یکراں نے کھانستے ہوئے اپنے ریوالر کے سارے
بیہبر خالی کر دیے تھے، لیکن ہیلی کا پتھر فنا میں بلند ہو گرتا یہی
میں گم ہو گیا۔

۷۷

وہ کسی قسم کی جسمانی اڑیت ہی تھی جس نے کمپن جید
کو بیدار کیا تھا۔ عجیب طرح کا شور اس۔ کے کان میں گونج رہا
تھا اور آنکھوں کے سامنے آگ کی اونچی اونچی لپٹیں تھیں۔

آہستہ آہستہ ساعت اور بصارت اور اک کی سرحد
میں داخل ہوئی گئیں اور پھر دیر بعد اس نے محروس کیا کہ وہ
ریسیوں سے جکڑا پڑا ہے۔ قریب ہی الاڈبل رہا ہے لور و ہیڈز

انداز میں ڈھوں پیٹے جا رہے ہیں۔ پھر اور ہوش آیا تو ریا
دھکائی دی دہ ڈھوں کی بے ہنگ آوازوں پر اچھل کو درہی تھی

اور اس کے قریب ہی ایک قبائلی چمڑے کا چاپک یہی کھڑا
تھا اور جب بھی اس کے قدم سست پڑنے لگتے قبائلی
چاپک پھٹکا رتا۔

لیکن یہ ٹھوکیوں کر۔ وہ تو اس ہیلی کا پتھر میں سریا تھد
دونوں نے ڈبوں میں محفوظ کی ہوئی اندھی سے پیٹ بھر لینے
کے بعد ادھر ادھر کی بائیں کی تھیں اور ہیلی کا پتھر میں سو گئے تھے۔
ہیلی کا پتھر بھی اسی گھرے غار میں تھا جہاں دوسروں
سے پوشیدہ رکھنے کے لیے اتنا راگیا تھا۔

پھر پہ کیوں کرہوا... کیا ریا بھی اسی طرح بے خبری
تھی۔ ڈھوکوں کی تھاپ پر ریا بستور دھیان رقص کیے جا
رہی تھی۔ اس کے چہرے پر پھر ایسے تاثرات تھے جیسے ہوش ہی
نہ ہو۔ لب وہ ڈھوکوں کی دھماڑم پر ناپے جا رہی تھی...
ماہول سے بے خبر...“

اس کی از خود رفتگی کی تصدیق اس طرح بھی ہو گئی کاپانک
ایک قبائلی نے الٹھ کر اس کی طرف ریوالر سے فائزگ شروع
کر دی۔ ساری گولیاں ریا کے قریب سے نکل گئی تھیں،
لیکن نہ اس کے چہرے پر اس کا رو عمل نظر آیا تھا اور نہ ایکش
ہی میں کسی قسم کی تبدیلی آئی تھی۔

پھر ایک آدمی قبائلیوں کے مجمع سے نکلا۔ یہ قبائلیوں
کے سے بسا میں ضرور تھا لیکن قبائلی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ
سیندھ فام فرملکی تھا۔

اس نے جیسے ہی اپنا داہنا رہا تھا اور پر اٹھایا۔ چاروں
طرف سکوت چھا گیا۔ ڈھوکوں کی دھماڑم اپانک ستائی میں
دفن ہو گئی۔
الاؤ میں لکڑاں کے چھٹے کی آواز کے علاوہ اور کسی قسم
کی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

ریا کے پیر تھم گئے تھے اور اب وہ ایک ہی جگہ کھڑا
جھوٹے جا رہا تھا۔ آنکھیں کھل ہوئی تھیں، لیکن اپس انگکش
جیسے اسے پکھو دھکھانی نہ دے رہا ہوا۔
حمدیجیرت سے آنکھیں چھاڑے اسے دیکھتا رہا۔

یہ ایک بہت بڑا غار تھا۔ اتنا بڑا کہ بیک وقت
سینکڑاں آدمی بھی یہاں جگہ کی تنگی عنوس نہ کر سکتے۔

حمدیکے جسم پر راستی کی بندش سخت تھی۔

اسے بس یونہی باندھ کر زمین پر ڈال دیا گیا تھا۔
انفرادی طور پر وہ اپنے اعضا کو حرکت بھی نہیں دے سکتا تھا۔

لیکن پورے جسم سے جدھر چاہتا رہا ہکلیاں کھاتا پھر سکتا تھا۔
دن قتا سیندھ فام آدمی اس کی طرف دیکھ بولوا۔ یہیں جید
مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ!“

حمدیکچھ نہ بولا۔ یہ لڑکی راں میں ہے۔ اس سے جو
پکھ بھی کہا جائے گا کرے گی۔

”اس کے ہاتھوں متحیں قتل ہونا ہے۔“ یہ تھیں قتل
کرے گی۔ حالانکہ عام حالات میں تمہارے لیے جان دینے سے
بھی گویند ذکر تھا۔ یہ اس وقت پوری طرح میرے تابع زمان ہے۔

وہ خاموش ہو کر ریا کی طرف بڑھا۔ اور بولا۔ لڑکی
تم سورہی ہو، لیکن آنکھیں کھل ہوئی ہیں۔ جو میں تھیں
سمجھانا چاہوں گا تم سمجھو گی جو دکھانا چاہوں گا دیکھو گی۔ اور

تم مجھے سچ بولو گی۔ بولو گی سچ۔ جواب دو۔
”جواب دوں گی۔“ ریا کے ہونٹ ہٹے۔

لیکن

حمد کو ایسا لگا تھا جیسے وہ کسی اور کی آواز ہو ..

ریما کی آواز تو ہرگز نہیں تھی .

"پہنچنے میں حمید سے تھارا کیا رشتہ ہے؟"

"ابھی کوئی قانونی رشتہ نہیں ہے۔"

"اس کے لیے کیسے جذبات رکھتی ہو؟"

"میں اسے تدل سے چاہتی ہوں۔ اس کے بغیر زندہ

نہیں رہ سکتی۔"

"وہ دیکھو سامنے ایک کتاب بندھا پڑا ہے۔"

جید نے محسوس کیا کہ ریما براہ راست اس کی آنکھوں

میں دیکھ رہی ہے۔

"تم کیا دیکھ رہی ہو؟"

"ایک کتاب بندھا پڑا ہے۔"

"تمہیں اس کے پر خبر سے دار کرنا چاہیے۔"

جید کو جھوٹ جھوڑی سی آئی۔ اس کے کوئی خبر سے ہلاک کر دو۔

ریما آگے بڑھی اور جھک کر جید پر وار کیا۔ جید نے

بڑی پھرتی سے کردٹ لی اور پلٹیاں کھاتا ہوا اس سے دُور

نکل گیا۔

"زمکنی تھہ باد، غیر ملکی نے گنجیلی آواز میں اسے حکم دیا اور

دہ سیدھی کھڑا ہو گئی۔

چھروہ جید سے بولا۔ "تم زیادہ دیر تک خود نہ بچا سکو

گے اس کا خجرا باآخر تھمارے یعنے میں پیوست ہو جائے گا۔"

کیا تم خود مجھے گولی نہیں مار سکتے؟ جید کسی زخمی درندے

کی طرح غرما۔

"کرنل فریدی کا پتا بتا کر تم زندگی بطورِ انعام حاصل کر سکتے

ہو۔ غیر ملکی مسکرا کر زرم لہجے میں بولا۔

"بڑی عجیب بات ہے۔ جید کا لہجہ زہر ملا تھا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"مجھے بھی ٹرانس میں لا کر تم مجھ سے میرے چیف کا پتا

پوچھ سکتے تھے۔ آخر اس کھڑاگ کی فروخت کیوں پیش آئی۔"

"ٹرانس میں نہیں آؤ گے۔ پختہ قسم کی قوت ارادی

کے مالک ہو۔"

"یہ بات تو ہے۔"

"یقین کر دیکھنے جید۔ اگر تم نے کرنل فریدی کا پستان

بتایا تو اس بار خجرا کی زد سے نجع سکو گے۔"

جید نے سوچا اگر اس بار اس نے ریما کے ساتھی سے ساتھ کچھ آدمیوں کو بھی اس کام پر لگا دیا تو وہ سچ مجھ دوسرے دن کا سورج نہ دیکھ سکے گا۔

پھر کیا کرنا چاہیے۔ فی الحال صرف جھوٹ ہی کام آسکتا ہے۔ وہ بہر حال اس کے بیان کی تقدیق ہو جانے تک

اسے زندہ رکھیں گے۔ اتنی مہلت تو ملنی ہی چاہیے کہ وہ گلغلہ میں

کے لیے کوئی تدبیر کر سکے۔

"بولا۔ کیا نیاں ہے۔ پچھوچھے غیر ملکی نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"اگر میں تھیں اس کا پتا بھی بتا دوں تو تم اس پر ہاتھ نہ ڈال سکو گے!" جید نے جواب دیا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو!"

"اس کی کیا ضمانت ہے کہ پتا معلوم کر لینے کے بعد تم مجھے قتل نہیں کرو گے؟"

"میری بات پر یقین کرو!"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ مجھے ہر حال میں مرتبا پڑے گا

لہذا میں ایک بے ضمیر آدمی کی طرح یکوں مردی۔ تم شوق سے مجھے مار ڈالو۔ چیف کا پتا نہیں بتا دیں گا۔"

غیر ملکی کسی سوچ میں پڑ گی۔ پھر قبائلوں کی طرف مڑ کر کسی قسم کا اشارہ کیا۔

دو ۲۰ می ۱۸ گے بڑھے اور انہوں نے جید کو کھونا شروع کیا۔ پہل بھر میں وہ آزاد تھا۔

ریما جہاں رکی تھی وہیں اب بھی کھڑا تھی۔ خجراں کے ہاتھ میں تھا۔

"زمکنی خجراز میں پر ڈال دو۔" غیر ملکی اس کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

خجرا کے گرنے کی آواز غار میں گونجی تھی۔

"یکپیشن جید!" وہ اس کی طرف مڑا۔

"کیا کہتے ہو؟"

"تم اس غار سے باہر نکلنے کی کوشش کر دے گے تو تھارا جسم چکلنی ہو کر رہ جائے گا۔"

"مجھے خطرے کا پورا پورا احساس ہے۔"

"کیا تم بھی اس زمکنی کو چاہتے ہو؟"

"میں ابھی فیصلہ نہیں کر سکا۔"

"کیا مطلب؟"

"میرے ساتھ ایک ڑیجھدی ہے۔"

فریدی کو پہکانا ہی چاہتے تھے تو اس کے لئے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

غیر ملکی نے اسے یہ بتاتے کہ مشریعہ دیا اور اس پر ہائیکوں طاری کرنے کے بھیش دینے لگا۔

ہائیکوں طاری کرنے کے دیکھنے دینے لگا۔

جید نے اپنے ذہن کو دھیل دے دی اور آہستہ آہستہ غنوہ گی کاشکار ہوتا گا۔

پھر تھا نہیں کتنی دیر تک بے خبر رہا تھا۔ دوبارہ جا گا تو سری ریما کے زانو پر تھا اور وہ بڑی دلاؤں مسکراہٹ کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

الاؤ پہلے ہی کی طرح روشن تھا۔ لیکن آس پاس ریما کے علاوہ اور کوئی نہ دکھائی دیا۔

"سو جاؤ۔" وہ اس کا گال سہلاتی ہوئی بھرائی ہوئی آواز میں برلی۔

"میں ساری رات یونہی بیٹھی رہوں گی۔"

جید بڑی پھرتی سے اٹھ چکھا۔ خود کو بالکل ترقیات محسوس کر رہا تھا۔

"وہ کہاں گئے؟" ریما کے لیے یہ میں حیرت تھی۔

"مکون کہاں گئے؟" جیسے ہیں اس حال کو پہنچایا ہے۔

جھوکوں نے ہمیں اس کی آنکھوں میں الجھن کے آنکھ تھے ریما، پچھو سوچتے تھے اس کی آنکھوں میں الجھن کے آنکھ تھے

"تم کیا سوچتے تھے؟" میری بات کا جواب دو۔"

"مم۔ میں یہ سوچ رہی ہوں کہ آخر ہم وگ کہاں ہیں؟"

"تو یا تھے یہاں کسی کو نہیں دیکھا؟"

ریما نے سر کرنی جبیش دی۔ آنکھوں میں تھکرائیں الجھن کی جھلکیاں بدستور قائم رہیں۔

پچھو دیر بعد بولی: "میں سوچ رہی ہوں کہ ہم تو ہیلی کا پڑا

میں سوچتے تھے۔"

پھر اس نے سہی ہوئی نظر دی سے چاروں طرف دیکھنا شروع کیا۔ الاؤ کی دعشی کا حلقة انکھاں خاصا دیس تھا۔

"مم... مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے۔"

"ڈرد نہیں... پہلے میں مرد گا۔" پھر تم پر کوئی آپنے گی؟"

"اپنے مرنے کی بات نہ کرو۔" وہ اس کے لگلے میں باہنی

ڈال کر دنے لگی۔

جید اس کی کمرچکتا ہوا سیلان دیتے لگا۔ اسے اس

وقت تک کاہوش تھا جب وہ غیر ملکی اسے سمجھیش دینے پڑھا
تھا۔ نیند میں کیا گزوری تھی اس سے تعطی طور پر علم تھا۔ ذہن
پر لاکھ زور والا کر خواب ہی کی سی کوئی کیفیت یاد آجائے، لیکن
نکن نہ ہوا۔

پچھو دیر بعد انہوں نے نار کا دہانہ تلاش کرنا شروع کیا۔
غامی تگ دود کے بعد بالآخر انہیں کامیابی ہوئی تھی۔
جیسے جیسے ٹھہرای دیکھی۔ رات کے تین بجے تھے۔ حمید
کہہ رہا تھا کہ اب وہ لوگ ان پر پوری طرح نظر کھیس گے۔
اور یہی ایک طریقہ فریدی تھک پہنچے میں کارگر بھی ہو سکتا تھا۔
اس نے طویل سانس لی اور وہ دوبارہ الاڑکی طرف
پلت آئے۔

*

”اب کیا ہو گا؟“ ریمانے مضمحل سی آواز میں پوچھا۔
”دیکھا جائے گا“ حمید کے لہجے میں جھلائیٹ تھی۔
ریمانے اسے جیرت سے دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں
میں غم کے سائے لمبائی نگاہ اور اس نے دردناک پھیمیں
کہا۔ ”تم تو اس طرح پیش نہ آؤ۔ اب تھمارے علاوہ اور کون
ہے دنیا میں میرا؟“
”تم غلط سمجھیں یا حمید نے زمیں لیجے میں کہا“ میں درصل
ان حالات سے کسی قدر پر لشان ہو گیا ہوں۔
”پھر بتاؤ... اس میں میرا کیا قصور، میں تو حتی الامکان
تھماری مدد کرتی رہی ہوں۔ میں خود بھی نہیں جانتی کہ یہاں
تک کیوں کر پہنچی؟“

”تم نے یہاں کسی کو بھی نہیں دیکھا تھا۔“
”نہیں میں جائی خی۔ تم میرے قریب ہی سورہ ہے تھے۔
میں نے تھیں اٹھانا چاہا لیکن تھماری نیند تو یہو شی معلوم ہو
رہی تھی... پھر میں تھمارے ہوش میں آنے کا انتظار
کرتی رہی تھی۔“

”ہوں... اچھا بیٹھ جاؤ۔“
ریما الاڈ کے قریب بیٹھ گئی۔ خالی خالی آنکھوں سے
حمدید کو دیکھے جا رہی تھی۔
”صحی ہونے تک یہیں ٹھہریں گے“ حمید نے پچھو دیر
بعد کہا۔
”یہ سوچ کر آخر ہم یہاں تک کیوں کر پہنچے۔ ہیلی کا پڑ
کھاں گیا۔ یہ وہ غار تو نہیں ہے جہاں ہم نے یہی کا پڑا تار تھا۔“

بُسر کر دل گی؟“
”پچھو دیر فاموش رہو... مجھے کچھ سوچنے دو“
”میری ذات سے تھیں کوئی تکلف نہ ہوگی؟“
”اچھا اچھا۔ پچھو دیر زبان بند رکھو!“ جمید سر ہاکر بولا۔
اس کا نیخال تھا کہ غیر ملکی نے قیمتی طور پر اسے اس
قسم کا بھی کوئی سمجھیش دیا ہے، لیکن اس کا مقصد؟
اس نے تنظیم سے غداری کی تھی اسے تو مارہی ڈالنا
چاہیے تھا۔ خاہر ہے کہ فریدی کی تلاش میں تو کسی قسم کی
مد نہیں دے سکتی تھی۔ پھر اسے اس کے سر برکوں مسلط
کر دیا گیا تھا؟
وہ سوچتا رہا اور اس نتیجے پر سیخ سکا کہ ان کا یہ روایت
بے پروائی کے اٹھار کے علاوہ اور پچھو نہیں۔ غالباً اب وہ
ان پر بھی جتنا چاہتے ہیں کہ تنظیم سے برگشتہ ایک فرد کی
مد و بھی فریدی کے کسی کام نہیں آسکتی انھیں صرف آنا ہی تو
کنپاڑے کا کہ ان جگہوں کو چھوڑ دیں جو ریمانے سے میں رہی
ہوں۔ وہ ریمانے کے چہرے پر نظر جائے سوچتا رہا۔
ریما الاڈ کو کریدری تھی پھر اس نے اٹھ کر پکڑا یاں اس
میں ڈال دیں۔
حمدید خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ اس وقت کوئی
ایسی عورت لگ رہی تھی جس کو طرح طرح کے نکرات کا
سامنا ہوا۔ انداز میں اتنا گھر بلدن تھا کہ حمید نکرت سے ہونٹ
سکوڑے بغیر ترہ سکا۔
وہ الاڈ میں چھختی ہوئی لکڑیوں کو پلکیں جھپکائے بغیر
گھورے جا رہی تھی۔
”مجھے جھوک لگ رہی ہے۔“ دفتاً حمید نے اسے غافل
کر کے کہا۔
”میری بوٹیاں کاٹو اور جھوٹن کر کھاؤ...“ مجھے کوئی اعتراض
نہ ہوگا؟“ وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔
”اچھی بات ہے۔ اب تم میری کسی بات کا جواب پر گز
نہ دینا۔“
”بس خفا ہو گئے؟“ وہ اٹھتی ہوئی بولی اور اس کے
قریب آیا۔
حمدید نے ایک طرف کھسکنا چاہا لیکن ریمانے مجبوبی
سے اس کا بازو پکڑتے ہے کہا: ”ذرا ذرا سی بات پر روٹھ
جلتے ہو۔“

”بھیک... ٹھکرانا... ہونہم۔ بکواس...“
”اس سے تم کس نتیجے پر سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو؟“ چلو بکواس ہی بھکھ کر میرے حال پر رحم کرو۔
”ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا، لیکن یہاں کر دیارحم۔ اب فاموش رہو۔“
اس طرح چھوڑ دینے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟“ ”یہی تھاری ہی کی قوم کی رڑاکی کی طرح تھا۔ قدموں
”ہماری نگرانی۔ اس وقت تک جب تک کہ میرا چھیں پڑی رہوں گی۔“
”مجھی پا تھا نہ آ جائے؟“ حمید اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر پولا یا کیا تم یہ
نہ چھوڑتے؟ ”یہی بات ہو سکتی ہے ہادنہ وہ اس فرار کے بعد میں زندہ ہاہنی ہو کر میں کسی چنان سے چھلانگ لگا دوں؟“
”میں سمجھ گئی۔“ ریمانے اس کے ہاتھوں کو پکڑا کر کانوں
محفوظ تھے۔ اس نے مزید اطمینان کا مانس لیا۔ اسے میں پیوست ہوتی معلوم ہو رہی تھی۔
”میں پیوست ہوتی معلوم ہو رہی تھی۔“ ”کیا بات ہے؟“
”ہم کہاں جائیں گے؟“ ریمانے بھی سے پوچھا اور لے ہے؛
”بے وقوفی کی باتیں ذکر... بلکہ میرا خیال ترے
تم پیویوں کی سی باتوں پر اترائی ہو۔“ مجھے اس اندازِ گفتگو
سے سخت نفرت ہے۔ خدا انھیں غارت کرے۔“
”آخر تم نے خود پر اتنی مظلومیت کیوں طاری کر لی ہے؟“
”میں نہیں جانتی! پچھبھی تو سمجھیں نہیں آنا پڑتے نہیں۔“ حمید دانت پیس کر رہا گیا۔ سر دی اتنی شدید تھی کہ
کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ تھمارے قدموں پر سر کھد دوں؟“ س کے غصے کی عمر دراز نہ ہو سکی۔
”حمدید چلتے چلتے رک گیا اور اسے گھورنے لگا اور وہ سمجھی۔“ ”غار میں تو الاڈ کی گرمی تھی۔ اتنے سویرے سر دی میں
اس کے قدموں پر جھکتی جلی تھی۔“ بوں نکل کھڑے ہوئے۔ دہاں کیا مصیبت تھی؟
”یہ کیا غفویت ہے؟“ وہ اس کے بازو پکڑ کر اٹھا بولا۔ ”والپس چلو!“ اس نے ریمانے کے
”میں پچھبھی نہیں جانتی!“ وہ اس کے سینے پر سر کا کر پچھر۔ اور وہ پچھ پچھے بغیر غار کی طرف مڑ گئی۔
کی طرح سیکیاں لینے لگی۔
”اب کیا میں گدھے کی بولیاں بونا شروع کر دوں! ادھکونیدا پانی جیب ٹھوٹنے لگا۔“
”مجھے عورتوں کو روئے دیکھ کر شدت سے غفرہ آتی ہے؟“ ”کیا بات ہے؟“ ریمانے پوچھا۔
”ایسی باتیں نہ کرو کر میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے؟“ ”میرا پرسی!“ حمید بڑا سامنہ بنانے کر بولا۔ ”اب شاید
دنعتاً حمید کو یاد آیا۔“ نیر ملکی نے اسے یہی تو باور کرنے انھی پشاووں سے ٹرکراتے پھریں گے؟
کی کوشش کی تھی کہ وہ ریما کو سپنڈنٹا نز کر کے اسے اس کی غلامی۔ ”یہ بہت بڑا ہوا... میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے؟“
پر آمادہ کر دے گا۔ کہیں اس کی بہکی ہوئی ذہنی حالت میں۔ ”اس باران چکر دل سے نکل گیا تو!“
”تو کیا کرو گے؟“ ”اس کا ہاتھ تو نہیں۔“
”ریما!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”مجھے اپنے روئے
پر افسوس ہے۔ آیندہ میں محتاط رہوں گا!“ ”جو دل چاہے کرو۔ میں تو خود کو تم پر قربان کر جکی ہوں!“
”خود میں نے تم سے محبت کی بھیک مانگی تھی اسی۔“ ”یہ نے تھی کہ ریما ہے کہ تھمارے غلاموں کی سی زندگی
یہے تم مجھے ٹھکرا رہے ہو۔“
”بھی ایسے سستے قسم کے ڈائیاگ بھی نہ ہو...“ محبت
”کیا الاڈ کے قریب بیٹھ گئی۔ خالی خالی آنکھوں سے
حمدید کو دیکھے جا رہی تھی۔“

"روٹھنے کی صلاحیت نہیں ہے مجھ میں۔ میرا باز و چھوڑو"۔
"نہیں چھوڑوں گی"۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی۔
ہوئی مسکرائی۔
"مجھے لاکیوں کی مسکاہت زہر لگتی ہے اگر معدہ غالی ہو"۔

آج موسم اس قابل تھا کہ سیاح ہٹلوں سے باہر
نکل سکیں۔

رافعہ کی طبیعت تو سچل گئی تھی لیکن ڈاکٹرنے اے
آدم کرنے کا مشورہ دیا تھا لہذا وہ کمرے سے باہر نہیں نکلی
تھی۔ زس اب بھی اس کی دیکھ جمال کر رہی تھی۔
قاسم اس کا ناشتاکرے میں بھجو اک خود ڈائنس بال
میں پڑھا تھا۔

نلنی اب تک مرغ شام کو طرقی رہی تھی، لیکن آج کیلے
وہ ناشتا کے بعد آئے کا وعدہ کر گئی تھی اور اس کی باتوں میں
ایسی دلچسپی لیتی تھی جیسے وہ اس کو کسی نئی دنیا کی کیافی شانہ باہو۔

کچھ دیر بعد نلنی آگئی اور اس نے ایک ایسی تجویز پریش
کی کہ قاسم کو بے ساختہ اچھل پڑانے کی خواہش کو دانا پڑا۔

نلنی نے کہا تھا کہ قاسم کو اپنی ماں کی دیکھ جمال تو کرنا
نہیں پڑتا۔ پھر کیوں نہ وہ کہیں باہر گھوٹوں پھریں۔ آخر

یہاں اس کی آمد کی کا مععدد آثار قدیمہ ہی تو دیکھنا تھا۔
"آنار قدیم۔ ہاں ہاں" قاسم خوش ہو کر بولا۔

ثیرے پاس بھی کچھ آثار قدیمہ میں!
"تمھارے پاس کیا ہے؟" کیا ہے؟

"میرا باب۔ اس کا ڈھنڈا۔ اور دیاں سی بائیں!"
"مجھے دیاں سی کی انگریزی نہیں معلوم"! قاسم نے شرعا

کر کھا۔
"کیا تم اپنے باب سے لفت کرتے ہو؟"

"بہت زیادہ... اگر میں خود اس کا باب ہوتا را ب
تک عاق کر چکا ہوتا"!

"عاق کیا؟" جو سمجھ میں نہ آئے اسے گول کر جایا کردی۔

"گول کیا؟" "راوٹہ"! قاسم نے انگلی پنجا کر خلامیں دائرہ بناتے ہئے کہ۔

پھر وہ اس جگہ بینچے تھے جہاں سے گھوڑے کرائے پر
حاصل کئے جاتے تھے۔ قاسم نے اپنے یہ ایک گھوڑا منتسب
کیا اور لیخ تکس زین سے نئے ہوئے تھے میں ڈال دیے۔
نلنی اپنے گھوڑے پر سوار ہو چکی تھی۔

قاسم اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے پیدل چل پڑا
"تم بھی بیٹھ جاؤ یہ نلنی نے کچھ دوڑ چلتے کے بعد کہا۔
"کوئی مناسب اپنی جگہ بھی تو طے!"

"اے رکاب میں پیر ڈال کر چڑھ جاؤ"!
"رکاب کا تسمہ ڈٹ جائے گا۔ کئی بار ایسا ہو چکا ہے"!
"تم سچ بچ مصیبت ہو"! وہ نہیں کہا۔

"نہیں بد نصیب ہوں"! قاسم چلتے چلتے رک کر بولا۔
"اوہ۔ میں نے قریبی کہہ دی تھی یہ بات"!
"اچھا تو دیکھو"! قاسم نے رکاب میں پاؤں رکھ کر گھوڑے
پر پڑھنے کی کوشش کی اور دھرام سے دوسرا لرف الٹ
گیا۔ سچ بچ رکاب کا تسمہ ڈٹ گیا تھا۔

وہ گرا... سریں چھوٹ آئیں، لیکن یہ سب کچھ فلاموش
سے نہ صرف برداشت کر گی بلکہ انہی دیر تک انگریزی میں
چلتی رہنے والی گھوڑی میں فری طور پر ایک شرارت کو
بھی جنم دے پڑھا۔

دانست سختی سے بھیجن یے... آنکھیں تو بند ہی تھیں
... نلنی پہلے تو نہیں تھی لیکن جب وہ بے حس و حرکت پڑا
ہی رہا تو بکھلا کر گھوڑے سے اتر آئی۔

قریب پہنچ کر اسے آوازیں دینے لگی۔ جب اس سے
بھی کچھ نہ ہوا تو بیٹھ کر جھوٹوں نے لگی۔

قاسم کی ذہنی رو بہک چکی تھی۔ اگر دبھی ففر انگریزی والا
ذہن قائم رہا تو کبھی کبھی کی نہیں آچکی ہوتی۔

جب اسے ہوش میں لانے کے سارے جتن کر کے
تحک بارچکی تو بڑھانے لگی عاب کیا کروں۔ اس پاس کوئی
ادر بھی نہیں دکھائی دیتا کہ اسی سے مدد مانگوں!

قاسم دم سادھے پڑا رہا۔ کبھی کبھی ایک آدھ گھری
سانس لے لیتا تھا۔

دفعتاً اس نے قدموں کی چاپ سنی اور پھر کمی کو کہتے سنا
"کیا بات ہے؟" بھی سے یہ مرداں آواز بھی غیر ملکی تھی۔
"اوہ، مسٹر میتھوز"! یہ گھوڑے سے گر کر بے ہوش

ہو گیا ہے"!

ہو سکتا اور میں ہتھیہ کر کے گھر سے نخلی تھی کہ آج آٹھ ہو گی"!
"جیسے آپ کی مرغی یا قاسم مردہ سی آواز میں بولا۔

"تم ڈونہیں سندھائے ہوئے بہترین نسلوں کے گھر سے
ہوتے ہیں... میں تھاڑے یہ کوئی دیور تلاش کروں گی"!

"ویلر کیا؟"
"اے سٹریلوی نسل کا گھوڑا... بہت توانا اور طیب شعیم ہوتا

ہے تھاڑا بوجھو آسانی سے سنبھال سکے گا"!
پھر کچھ دیر بعد قاسم نے ہٹل ہی سے لیخ بکس تیار کرنے

تھے اور وہ نخل کھڑے ہوئے تھے۔
"تم کو میرے ساتھ چلتے ہوئے شرم تو ز آئے گی؟" دفعتاً
قاسم نے مغموم بھیجے میں کہا۔

تو ہوں نہیں"!
"کاش میرا بیچھا اس سے چھوٹ سکتا"! قاسم کی آواز
گھوڑے پر نہیں بٹھوں گا؛

"کاش میرا بیچھا اس سے چھوٹ سکتا"!
"تم واقعی ڈرپوک ہو... طلاق کیوں نہیں دے دیتے؟

"لوگ ہنگڑا ہے... کہاں جائے گی؟"
"اس کا دلظیف مقبرہ کر دیتا"!

"میرا باب اس پر تیار نہیں ہوتا"!
"تم آخر اپنے باب سے اتنا درتے کہوں ہو"!

"اس سے نہیں کروڑوں کی جاہد سے ڈرتا ہوں"!
"کیا مطلب؟"

"اب مجھے سب کچھ بتا پڑے گا"! قاسم نے کہا اور ہٹکا
ہٹکا کر اپنی داستان سنانے لگا... خاموش ہوا تو نلنی ہنپتے ہیں۔

"تم نہیں کیوں رہی ہو۔ کیا یہ سب بے دوقنی کی باتیں تھیں؟"
قاسم بُر امان گیا۔

"بہترے تم یہیں بیٹھے سخرا پن کرستے رہو اور میں نہیں
رہوں"! نلنی نے بے بسی سے کہا۔

باوجود بھی عورتوں کی ملازمتیں کرتے پھر ہے ہو"!
"تمھیں فضورت ہو تو تم نوکر رکھ لو۔ میں رافعہ ابدالی کی

نکری چھوڑوں گا"!
"میں اپنی دولت مند نہیں ہوں کہ کسی کو ملازم رکھ سکوں۔
میں خود یہاں وظیفہ پر آئی ہوں"!

"وہ ویلر گھوڑے کہاں سے ملیں گے اب مجھے پیدل
نہیں چلا جاتا"!
"بس تھوڑی دور اور..."

"بعض اوقات کچھ بھی تو سمجھ میں نہیں آتا"!
"انگریزی میری تو میں زبان نہیں ہے"!

"خیر ختم کر د۔ باہر چلتے کی کیا ہے؟"
"یہاں میں نے دیکھا ہے کہ لوگ ٹپڑوں یا گھوڑوں پر

بیٹھ کر آثار قدیمہ بیکھنے جاتے ہیں... اس پر میں اس یہے
نہیں بیٹھ سکتا کہ خود ٹپڑوں بیٹھ جائے گا۔ یا میں کھڑا رہ جاؤں گا
اور ٹپڑی مانگوں کے نیچے سے نکل جائے گا"!

"ہم گھوڑے لے لیں گے؟" نلنی نہیں ہوئی بولی۔
"کوئی جیپ کیوں نہ حاصل کریں کہاے پر؟"

"بہت سی جگہوں پر جائیں ہی کیوں"!
ایسی جگہوں پر جائیں ہی کیوں؟"!

"بہت کاہل آدمی معلوم ہوتے ہو"!
"قاسم کو تاؤ آیا۔ کہنے لگا"! میں پیدل چل سکتا ہوں لیکن

"آخر کیوں"!
"مجھے شرم آتی ہے۔ گھوڑا کیا سوچے گا"!

"بائل سوچ سکتا ہے"!
"فضلوں بائیں نہ کرو... گھوڑے سوچتے نہیں ہیں"!

"بات دراصل یہے کہ پچھلے سال ایک ہل اسٹیشن پر
مجھے بہت شرمende ہوتا پڑا تھا"!

"پتا نہیں کیا کہہ رہے ہو"!
"ہاں میں نے وہاں ایک گھوڑا حاصل کرنا چاہا تھا گھوڑے
کے مالک نے کہا۔ میں اپنا گھوڑا اسکی ہاتھی کو کہاے پر نہیں

دے سکتا"!
"بہترے تم یہیں بیٹھے سخرا پن کرستے رہو اور میں نہیں
رہوں"! نلنی نے بے بسی سے کہا۔

دفعتاً قاسم نے سوچا کہ انگریزی میں تو وہ فاصا دلچسپ
آدمی ثابت ہو رہا ہے۔ آخراردو میں کیوں ڈیلوٹ ہو جاتا ہے۔

ڈھنگ کی کوئی بات زبان سے نکلتی ہی نہیں۔
"ٹھنگے پر ہے اردو وردو"! وہ اردو میں بڑھایا۔

"کیا کہہ رہے ہو"!
"کچھ نہیں بیٹھ نہیں"! وہ جلدی سے بولا اور احمدزادہ انداز

میں بننے لگا۔
"تمھیں گھوڑے پر بیٹھنا پڑے گا... جیپ کا انتظام نہیں

ٹلنی نے اپنا لیخ بکس اٹھا کر حمید کی طرف بڑھا دیا۔
”بہت بہت شکریہ۔ اے نیک دل خالوں“
”زیادہ بائیں نہ بناؤ۔ جا قرزاں ہمار کرو“
حمدیہ جیپ کی پچھلی سیٹ کی طرف بڑھا ہی تھا کہ قاسم
دہڑا۔ ”شیردار۔ دور کی صاحب سلامت رکھنا چاہتا ہوں۔ لیں؟“
حمدیہ رک کر ریا کی طرف مڑا اور مسکرا کر بولا۔ ”رمیا سویٹ!
یہ میرا وہی پیارا دوست ہے جس کا ذکر میں نے تم سے کیا تھا۔“
”اچھا...“ ریما نے سر اٹھا کر قاسم کی طرف دیکھا جس کا
چہرہ جذباتی کش مکش کی شاپر بہت زیادہ منحکم خیز نظر آئے
گلا تھا۔

”آڈی پچھلی سیٹ پر آ جاؤ“ حمید نے ریما کا ہاتھ پکڑا کہ
اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔
قاسم پر کڑا ہی بھول چکا تھا۔ ریما کی مسکراہٹ ایسی ہی تھی۔
وہ پچھلے بولتا۔ ریما اور حمید پچھلی سیٹ پر بلٹھ گئے۔ ٹلنی
نے ان سے پوچھا۔ کیا ان کی گاڑی خراب ہو گئی ہے؟“
”پچھلی رات کوئی ہمارے گھوڑے چڑائے گیا۔ حمید نے
گھوڑوں پر کیا کرنے آئے تھے؟“ قاسم نے غصیلے لہجے
میں پوچھا۔

”ہم بدھیا دگاریں تلاش کر رہے تھے میری ساتھی ماموںیل
ریما بدھ دھت پر اتحاری ہیں؟“
”اوہ ہو۔“ ٹلنی نے دلپی کا انہیار کیا اور شوخ نظر دیں سے
ریما کو دیکھتی رہی۔

حمدیہ نے لیخ بکس کھولا اور ریما کو بھی کھانے کا اشارہ
کر کے ایک سینڈ وچ اٹھایا۔

قاسم اردو میں بڑا بڑا ہاتھا۔ سالے بھوتوں کی طرح
چھٹ غئے ہیں۔ لانٹا ہے ایسی جندگی پر۔۔۔ کہاں چلا
جاوں تھاں مر جاؤں؟“

”روٹکی زور دار ہے پیارے!“ حمید نے بھی اردو ہی میں کہا۔
”خبردار!“ قاسم مرا کفر فرازیا۔ ایک لفظ بھی زبان سے نہ
نکلے۔ زور دار ہے بھی تو ابے یہرے بات کیا کیا۔“

”یا تھیں کسی بات پر غفر آگیا ہے؟“ ٹلنی نے اس کا
شاد تھیک کر کہا۔ بہتر بول گا کہ تم اپنا لیخ بکس کھول لو۔“
”اس آدمی سے نجح کر سہنا مختوفاں ہے بہت کینہ!“

”ہوگا ہمیں کیا!“ ٹلنی بڑا سامنہ بناتا کر بولی۔

”ابے کیوں شامت آئی ہے تیری!“ حمید نے قاسم کو
منا طلب کیا۔

”ابے تے بے سے بات نہ قرنا؟“
”مکیا اردو سمجھتی ہے؟“
”سمجھتی ہوتی تو میں تھمارا گھلان گھونٹ دیتا“

”چپاتی بیگم؟“
”میں چپتی چلے گی۔ میں اسے بتا چکا ہوں۔۔۔ چپاتی
بیغم ہونہہ“

”خود ہی کیوں بتا دیا۔ کچھ میرے یہی تو جھوڑا کرو۔“
”قرنل صاب سے میری ملاکات ہو چکی ہے۔ میں جانتا
تھا کہ تم سے بھی کہیں نہ کہیں جرور ملاقات ہوں گی۔۔۔ اس

یے بتا دیا۔۔۔ اب دیکھا ہوں تھماری قیسے چلتی ہے؟“

”وہ کہاں ہیں؟“
”ہوں غے کہیں۔۔۔ قیا میں کسی کے باپ کا نوکر ہوں کہ
ہربات تباہا چھروں؟“

”دنقعاً ٹلنی بولی۔“ جب تم دنوں ہی انگریزی میں گفتگو
کر سکتے ہو تو پھر دوسروں کو انجمن میں مبتلا کرنے سے کیا فائدہ؟“
”کوئی خاص بات نہیں محترم۔ بس یونہی رسمي سی
بائیں تھیں۔“ حمید نے بڑی شاستگی سے کہا۔

”یکن قاسم تو غفتے میں معلوم ہوتے ہیں؟“
”اس نہیں کلتا۔ عام حالات میں بھی غرأتار ہتا ہے؟“
”وہ خود یخو۔۔۔ جیاں بنھاوا۔“ تھم خود کے ہنگے سالے
غراںے والے؟“

”تو پھر میں سب کچھ اسے بتا دوں؟“
”جرور بتاؤ!“

لیکن حمید صرف پیٹ بھرنے میں مشغول رہا۔ ریما تو
بالکل ہی خاموش تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے لیے
یہ آڈیز کوئی معنی نہ رکھتی ہوں۔

چھرے پر کچھ عجیب ساتاڑھا۔ ایسی بے تعلقی تصرف
ایسے ہی چھروں پر ہوتی ہے بزودہن سے کٹ گئے ہوں۔

”تم فکر نہ کرو۔ ہم آج کی تفریخ کل پر اٹھا رکھیں گے۔“
ٹلنی نے جلدی سے کہا اور چھراس نے قاسم سے دلچسپی کیے کہا۔

چھر قاسم سے پوچھا۔ کافی دافی بھی ہے؟“
”کیا تم میرے ہمان ہیو؟ جہنم میں جاؤ میری طرف سے۔
کافی پیس گے سالے۔ جان جلاتے ہیں؟“
چھر حمید نے یہی سوال ٹلنی سے کیا اور وہ ہنس پڑی۔

”لیکن ہمارے پاس تو کچھ ہے نہیں! ہم جائیں گے
کہاں؟“ ریما آہستہ سے حمید کے کان میں بولی۔
”دیکھا جائے گا!“

”مچھے الجھن ہو رہی ہے۔ اتنی بے بسی میں کبھی نہیں
محسوں کی؟“

”بے بسی کا نام نہ امیرے سامنے“ حمید نے پاٹ پیں میں
قتاب کو بھرتے ہوئے کہا۔ ”مچھے اس لفظ سے نفرت ہے۔۔۔“
”دنقعاً قاسم نے ایک گندی سی گالی کے ساتھ بریک
لگائے، بیچپ رک گئی۔۔۔ حمید نے چونک کردیکھا! ایک آدمی
بیچپ کے سامنے دونوں ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔

”یکپیش حمید ہیز اُس نے اپنی آواز میں کہا۔
”کیا بات ہے۔ تم کون ہو؟“ حمید بیچپ سے اُز کر اس
کی طرف بڑھتا ہوا بولा۔

”میرے ساتھ آئیے؟“ اجلی نے دوسری طرف مڑتے
ہوئے کہا۔ ”آپ کے لیے پیغام ہے۔۔۔“

چھر قاسم نے انھیں ایک چٹان کے پیچے ناٹب
ہوتے دیکھا۔۔۔!
”ان لوگوں سے اسی یہ مچھے الجھن ہوتی ہے؟“ اس نے
ٹلنی سے کہا۔

”کون لوگوں سے؟“

”اُرے سالے سرکاری جاسوس ہیں۔ قدم قدم پر چارسو
بیس۔۔۔ پتا نہیں یہ کون اُس کا پٹھا تھا؟“
”اُرے کا پٹھا کیا؟“

”قاسم دنوں ہاتھوں سے اپنا سروپیٹ کر بولا۔“ میں
اُرے کے پتھے کی انگریزی نہیں جانتا۔“

”خد اتم پر رم کرے۔۔۔ ٹلنی ہنس پڑی۔

”مچھے خوف معلوم ہو رہا ہے۔“ ریما کا پکھاتی ہوئی آواز میں
بولی۔۔۔ اور ٹلنی کو سمجھدی اغتیار کر کے اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔
قاسم بھی مرکار سے خورے سے دیکھنے لگا تھا۔۔۔ اس کے
چھرے پر اسے کچھ ایسی بے چارگی نظر آئی کہ خود بھی اپنی ہاتھوں
میں غم کاتا قرپیدا کرنے پڑھ گئی۔۔۔ چھر بولنا۔۔۔ تھم فکر نہ کرو ویرا آدمی
کرنل فریدی کا اسٹنٹ ہے۔۔۔ مارپیٹ میں کسی سے پیچے
نہیں رہے گا۔۔۔

”کرنل فریدی کون ہے؟“ ٹلنی نے آہستہ سے پوچھا۔
”بہت خطرناک آدمی ہے۔۔۔ ہزاروں کا تنہا مقابلہ کر

قسم کی رسمی گفتگو سے دلچسپی نہیں رکھتا؟
”کیا تم بھی چیف کو دھوکا دے سکتے ہو؟“
”کیا ہے تھارے دل میں ڈافٹا فریدی ریوال کے
دستے پر ہاتھ رکھ کر غرایا؟“ کیا اس لیے تمہیں میرے ساتھ بھیجا
گیا ہے کہ تم میرے دل کا بھیدلو؟“

”نہیں محاب خان!“ واجد بڑی لجاجت سے بولا۔ الی
کوئی بات نہیں۔ دراصل میں اس سے شدید ترین نفرت
کرتا ہوں؟“

”تمہارا اپنا معاملہ ہے مجھے اس سے کیا؟“
”مجھے ایک ہمدرد چاہیے! بیہاں سب میرے دشمن
ہیں۔ حتیٰ کہ چیف بھی مجھ سے اتنی نفرت کرتا ہے کہ کسی وقت
بھی گولی مار سکتا ہے!“
”واجد درناک ہیجے میں بولا۔
”آخر کیوں؟“

”میں نہیں جانتا... لیکن نہیں! میں اچھی طرح جانتا ہوں
... وہ میری جبوہ کا دشمن ہے۔ ہانے وہ چہرو۔ اس کی یاد قبر
تک میرے ساتھ جائے گی... دھواں... بخچ دار مہکتا ہوا...
دھواں... اور وہ چہرو...“
”واجد خاموش ہو گی... اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں
لیکن بیدار نہیں معلوم ہوتا تھا۔ پھر وہ بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہتے
لگا۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ میرا چیف کھات لگانے پڑھا ہے...
وہ اس حسین چہرے کو منع کر دینا پڑتا ہے... اس کے ہاتھ
میں تیزاب کی بولی ہے۔ اودہ... خدا یا...!“
”وہ اس طرح اٹھ کر جھٹپٹا تھا جیسے کسی پر حملہ کرنا چاہتا ہو
اوہ پھر ایک بڑے سے پتھر سے ملکر ایسا تھا۔
فریدی خاموش بیٹھا سے دیکھتا رہا۔ ... واجد اس کی طرف
مٹا... اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار تھے ایسا معلوم ہوتا
تھا جیسے ابھی جاگا ہو۔
”پھر تو نہیں آئی؟“ فریدی نے اپنی گلکے اٹھنے ہوئے
زم لہجے میں پوچھا۔

”نہیں بعض اوقات یہ نفرت اتنی شدت اختیار کرتی ہے
میں خواب دیکھنے لگتا ہوں... میں اس چہرے کو تلاش کرتا ہوں
لیکن وہ نہ سر کر ٹال دیتا ہے... آج بھی دیکھو خود ساتھ نہیں آیا
... مجھیں بھیج دیا... میں نہیں جانا پڑتا... جب وہ ساتھ
ہوگا... تب ہی جاؤں گا۔ کیا خیال ہے تھارا...“

جیپ اونچے نیچے راستے پر بچکو لے کھاتی آگے بڑھتی
رہی... حمید نے بالکل خاموشی اختیار کر لی تھی اور ریما اس
کے شانے سے سرٹکاٹ خلابیں گھوڑے جا رہی تھی۔

★★

بڑی دشوار گزار چانیں تھیں لیکن فریدی کسی پیشہ ور
کوہ پیچا کی طرح تیزی سے راستے طے کر رہا تھا... اس کے
پیچھے واجد تھا۔ ... بار بار وہ رکتا اوہ پھر گرتا پڑتا چلنے لگتا۔

ایک جگہ رک کر فریدی اس کا انتظار کرنے لگا وہ اس
وقت میک اپ میں نہما اور واجد کے لیے اجنبی! اپنے مستقر سے روانگی سے پہلے اس نے واجد سے کہا تھا
کہ وہ اس کے ایک خاص آدمی کے ساتھ دیران قلعے تک
جائے اور پھر خوڑی دیر بعد خود ہی اس خاص آدمی کے روپ
میں اس کے ساتھ ہو یا نہ۔

واجد نے اس کے قریب پہنچ کر ہانپتے ہوئے کہا۔
”جھانی... میں تھاری طرح عادی قسم کا راہرو نہیں ہوں فرا
آہستہ چلو!“
”کیا تم تھک گئے ہو؟“ فریدی نے زم لہجے میں پوچھا...
”یقیناً!“ واجد بدستور جلدی جلدی سانیں لیتا ہوا بولا۔
دل چاہتا ہے کچھ دیر پہنچ کر دم لے لو!“

”ارے تو پیٹھ جاؤ تکلف کیا! اچیف دراصل یہ چاہتا ہے
کہ ایک بار تھارے ساتھ بھی کوئی دیران قلعے تک جائے کیوں
چاہتا ہے۔ اس کا علم مجھے بھی نہیں۔ چلو پیٹھ جاؤ!“
”وہ دونوں پیٹھ گئے۔ واجد کچھ دیر خاموش رہا پھر
بولا۔“ کیا تم چیف کو پسند کرتے ہو؟“

”تو کری ہو چہری۔ پسند یا ناپسند کا سوال ہی نہیں!“
”واجد پھر کچھ سوچنے لگا۔ فریدی بغور اس کے چہرے کا
جانزوہ لے رہا تھا۔
”خوڑی دیر بعد اس نے پوچھا:“ کیا تم نے کبھی نفرت
محوس نہیں کی؟“

”نفرت!“ فریدی کا لہجہ پر تھکر تھا۔ ہاں اکثر جب وہ
وجہ بتائے بیفر کرنی اونکا حکم دے پڑھتا ہے۔
”تمہارا نام کیا ہے؟“

”محاب خان!“
”پتا نہیں!“ فریدی نسبے پرواہی سے کہا۔“ میں اس
”محاب خان...“ تھم بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔“
”پتا نہیں!“ فریدی نسبے پرواہی سے کہا۔“ میں اس
”محاب خان...“ تھم بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔“
”بھی تھاری مرضی!“ قاسم نے بڑے پیار سے کہا۔

”قاسم حرام خور!“
”دیکھو دیکھو۔ یہ تھیک نہیں، واہ واہ... مجھے ہی کہہ دیا!
”صوتی اعتبار سے یہ گالی مجھے اچھی لگی ہے... لہذا
میں پیار سے تھیں حرام خور کہا کروں گی!“

”اچھا اچھا کہہ لینا، مگر اکیلے میں!“
”وہ اردو نہیں سمجھتی پیارے حرام خور!“
”ہی ہی ہی ہی... نہیں... دیکھو یہ نہیں!“
”تپھر حرام خور کے معنی بتاؤ؟“

”مجھے حرام خور کی انگریزی نہیں معلوم ہے قاسم بھتنا کر بولا۔
”اچھا حرام خور!“
”دنیکھو حمید کے سامنے مجھے حرام خور نہ کہنا... اکیلے میں
کوئی حرج نہیں!“

”تم نے تو کہا تھا یہ ہلکی قسم کی گالی ہے!“

”اس سے کیا ہوتا ہے۔ تم تو بہت پریشان کرتی ہو!“
قاسم نے سخنیلے پن سے لیکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا، لیکن
پھر اسے فوری طور پر سنبھل جانا پڑا۔ حمید چنان کی ادب سے
تہبا برآمد ہوا تھا اور تیزی سے جیپ کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔
جب وہ پھلی سیٹ پر پہنچ گیا تو نلٹی قاسم کے شانے پر
باتھ مار کر بولی ۔۔۔ چلو حرام خور!“

”کیا مطلب! ابے میں کیا سن رہا ہوں!“ حمید نے قاسم کی
پشت پر ہاتھ مار کر کہا۔
”اور قاسم ڈھٹانی سے ہنس کر بولا!“ مجھے سے غوبت قرقی
ہے... سب چلتا ہے:

”تو تم مجھت میں حرام خور ہو!“
”نکتے کا پلا بھی بول۔ تم سے مطلب!“ قاسم جھلکا گیا。
”اس باب کو تو تم چھوڑ چکے۔ اب مجھ سے مطلب نہ ہوگا۔
تو پھر کس سے ہوگا؟“

”بس آپ بقواس بند کیجیے۔ ورنہ... میں تو صرف ان
کھانوں کی وجہ سے خاموش ہوں درنہ بھی کا آپ کو دھکا دے
چکا ہوتا ہے!“

”اچھا... اچھا بڑے بھائی!“ حمید جلدی سے بول پڑا میں
آپ کا بہت احترام کرتا ہوں جلدی سے مجھے شہر پہنچا دیجیے!
”زی کیا شہر چلیں!“ قاسم نے نلٹی سے پوچھا۔
”ہاں تفریح کل ہوگی۔ آج یہی ضروری ہے!“
”جیسے تھاری مرضی!“ قاسم نے بڑے پیار سے کہا۔

”میں نے آج تھک کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا۔ صرف
کہاںیوں میں ایسے کرداروں کے متعلق پڑھتی رہتی ہوں۔ یقین
نہیں آتا!“

”میں تھیں دھکا دوں گا۔ دُنیا کے بہت بڑے بڑے
 مجرم اس کے نام سے کاپنٹے ہیں!“
”جیکہ کہاں رہ گیا... اتنی دیر کیوں ہوئی؟“ میں بھی
جاری ہوں۔“ ریما مفطر بات انداز میں بڑی!

”آجائے گا۔ آجائے گا،“ دنیکھو چھوڑ کر کہیں نہیں جا
سکتا... اس کا باپ کہے... تب بھی!“ قاسم اسے دلاسا
دینے لگا۔

”اور اگر تھارا باپ کہے کہ مجھے چھوڑ دو تو...“ نلٹی نے
مسکا کر لپچھا۔

”کہہ کر تو دیکھے! میں کسی کنوئی میں چھلانگ لگا دوں گا!“
”اس طرح میں تہبا رہ جاؤ گی!“
”ہاں یہ تو ہے!“ قاسم متغیر کر لے چکا ہے میں بولا۔“ اچھا تو
پھر بھی تھارے ساتھ غائب ہو جاؤں گا!“

”آخڑ تم اپنے باپ سے اتنا کیوں ڈرتے ہو؟“
”اس یہ کہ اسے انگریزی نہیں آتی جو کچھ بھی کہتا ہوتا
ہے۔ اردو میں کہتا ہے... اور اردو کی بعثت کا یا اس اگر پھر
بھی رکھ دی جائیں تو وہ ریزہ ہو جائے گا!“
”گایاں دیتا ہے تھیں؟“

”اردو میں!“ قاسم ٹھنڈی سائیں لے کر بولا۔
”مجھے بھی سکھا دی اردو کی گایاں!“
”ارے جاؤ۔ تم سے تو بنیں گی بھی نہیں!“
”تم تباہ بھی تو!“

”نہیں مجھے شرم آتی ہے!“
”اب تو سکھانی ہی بھی پڑیں گی۔ درنہ دوستی ختم!“
”ارے ارے... نہیں اچھا... ایک ہلکی قسم کی گالی
بتاتا ہوں...“ قاسم شاید ادھیکی کر سک۔ حرام خور!“

”حرام خور... حرام خور... حرام خور...“ وہ رسمی رہی
اور قاسم ہی ہی ہی کی کرتا رہا۔ پھر وہ حرام خور کا مطلب...
پوچھ بیٹھی۔
”اوہ! اس کا عمل استعمال بھی بتاؤ!“ نلٹی نے کہا۔
”چاہا چاہو استعمال کر ڈالو۔ کوئی پابندی نہیں!“

فریدی اپنی آنکھوں میں فکرمندی کے آثار پیدا کر کے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

”بولو۔ کیا تم مجھ پر اتنا کرم کر دے گے؟“ وہ اجتنے سوال کیا۔

”یہیں سے واپس چلو۔ اور کرنل سے کہہ دو کہم دران تک ہو آئے ہیں؟“ فریدی نے متفرگ انداز میں کہا۔ اچھی بات ہے میں تھماری یہ خواہش پوری کر دیں گا؟

■

حمد نے ریاست اسی ہرمل میں قیام کیا تھا جہاں قائم اور رافع مقیم تھے۔ اس وقت ریا آتش داں کے قریب بنٹی پڑ لفڑک انداز میں دیکھتے ہوئے کوئلوں کو گھوڑے جاری ہی تھی۔ حمید دریںگ ٹبل کے سامنے کھڑا اپنے بال درست کر رہا تھا۔

دنقاریما اٹھ کھڑی ہوئی اور حمید کے قریب پہنچ کر بولی ”تم مجھے بتائے کیوں ہمیں کوہن کوہن کر دیں تھا؟“

”میرے چیف کا ہر کارہ...“ ریا کے لہجے میں چیرت مگد

”تھمارے چیف کا ہر کارہ...“ میں فکر نگرانی کر رہا تھا۔

”اگر دیہ میرے چیف کا ہر کارہ نہ ہوتا تو اس وقت ہم یہ یکجا بالا کی سرکوں پر بھیک مانگتے پھر ہے ہوتے؟“

”مجھے حیرت ہے؟“

”کس بات پر؟“

”اگر تھارا چیف اسی طرح تھماری نگرانی کر رہا ہے تو پھر ا؟“

”ہاں۔ ہاں۔ کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟“

”کچھ نہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں۔ ذہن پر زور دیتی ہوں تو سر چکرانے لگتا ہے؛“

”اور میری عقل سخن میں اتر آتی ہے؟“

”تم آخرت نے غصہ دی کیوں ہوئے ہو؟“ وہ روہانی ہو رہی۔

”میں کیا بتاؤں؟“ ان مردوں نے تھیں میرے لیے

مشیبت بن کر رکھ دیا ہے۔ بالکل یوریں کے سے لہجے میں

لکھنگزرنے لگی ہو؟“

”کیا ہے؟“ حمید نے جھلکا کر پوچھا۔

”مجھے تھائی سے ہوں آتا ہے؟“

”بالکل بالکل یہ حمید سے پہلے قاسم بول پڑا۔“

”حید خاموش رہا۔ نہ صرف خاموش رہا بلکہ دسری

طرف منہ پھر کر بیٹھ گیا۔
ونفتاً قاسم کی آنکھوں میں شرارت آمیز حمک لہرائی
اور اس نے ریا سے کہا ”بہت بُرے آدمی کو چاہئے لگی ہو تم؟“
حید کے ہزوں پر ہلکی ہی مسکراہست نظر آئی، لیکن وہ
اسے بھی گھونٹ گیا۔

ریما متبرہانہ انداز میں قاسم کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔
”میں غلط نہیں کہ رہا۔ درجنوں عورتیں اس کے
پیچھے برباد ہو چکی ہیں۔ اچھا آدمی نہیں ہے“

”شٹ آپ!“ ریا اتنے زور سے جیعنی کر پڑا بال گونج
الٹھا لوگ چونک کران کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔
قاسم کے نہتے پر ہوانیاں اڑنے لگیں اور اس نے بوکھا
کر حید کی طرف دیکھا۔

حید بائیں آنکھ داکر مسکرا یا اور ریما کا شانہ تھیک
کر کہنے لگا۔ چلو، چلو، بہت زود رخ ہو گئی ہو۔ یہ بالکل حق
آدمی ہے۔ میرا دست بھی ہے معاف کرو۔“

”اسے تم دست کہتے ہو! جو تھیں یہ کہہ رہا تھا؟“
”اسے تو اس کی گرل فرینڈ بھی حرام خور کہہ رہی تھی؟“

”حرام خور کیا؟“
”اس کے سامنے نہیں بتاؤں گا۔“
” بتا کر دیخو! تو طرد کر رکھ دوں گا۔“
”اب پر کیا کہہ رہا ہے؟“ ریا نے حید سے پوچھا۔

”ختم کرو، آڈیلیں۔“
”ختم کرو، آڈیلیں۔“ قاسم مشہر چڑا کر بولا۔ سالے میری
والی بھی ہوتی تو پتا پیلتا۔ کھیر دنخا جائے غایا۔“

”یہ کچھ تو کہہ رہا ہے اور اس کا ہجوم بھی اچھا نہیں معلوم
ہوتا ہے، ریما پھر قاسم کو گھورنے لگی اور وہ بُری طرح گڑا ڈالا۔
پھر دھوکی کے عالم میں اٹھا ٹھا۔ اور رہائشی کمروں کی طرف
چل پڑا تھا۔

حید ریما کا پتے کرے کی طرف لایا اور آہستہ سے بولا۔
”میرا خیال ہے کرنل اس سے مل چکے ہیں۔ میں اس سے گفتگو
کرنا چاہتا ہوں۔“

”مجھے اپنی اور تھماری ذات کے علاوہ اور کسی چیز سے
دلبھی نہیں رہی!“ ریا نے بُری سامنہ بنا کر کہا۔
”مجھے تھائی سے ہوں آتا ہے؟“

”بالکل بالکل یہ حمید سے پہلے قاسم بول پڑا۔“

”حید خاموش رہا۔ نہ صرف خاموش رہا بلکہ دسری

برداشت کر دے گے؟“
”میرا چیف مجھ سے اٹابے خبر تو نہیں ہے؟“

”ایک تم ذاتی طور پر اس سے ملتے تھے؟“

”نہیں۔“

”کیا تم ان سب لوگوں کو پہچانتے ہو جو اس کے لیے
کام کر رہے ہیں؟“

”نہیں۔“

”تو پھر تم دھوکا بھی کھا سکتے ہو؟“

”وہ کس طرح؟“

”کیا وہ آدمی تھا جانا پہچانا تھا جس سے چٹانوں میں ملا تا
ہوئی تھی؟“

”نہیں۔“

”پھر تم نے اس پر اعتماد کیوں کر لیا؟“

”ایک دسرے کو پہچانتے کے لیے ہمارے پاس کچھ...“

نشانیاں ہیں۔“

”وہ سب بھی ان نشانیوں سے آگاہ ہو سکتے ہیں؟“

”زیر دلیل دالوں کی مخصوص نشانیوں کا علم نہیں؟“

”درست کیا ہوگا؟“

”بڑی حد تک ہے۔“

”ہو سکتے ہے میرے سا تھیوں نے نیا جاں بچایا ہے؟“

”جہنم میں جائے؟“ حید ھبلا کر بولا۔ میں فی الحال اپنے

ذہن کو الجھانا نہیں چاہتا۔ تم بھی سنجید گی کو خیر پا دکھو۔ درست...“

”درست کیا ہوگا؟“

”کچھ بھی نہیں۔“ حید نے جانے کیوں دھیلا پڑ گیا۔

”نہیں دھمکی دو کے مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔ کان کھوں
کر سن لو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں خود کشی کر دوں گی، لیکن خاموش
سے نہیں۔... ملکی نظم و نسق کے کسی اعلیٰ ذمے دار کو ایک خط
بھی لکھ جاؤں گی۔ متعین ذمہ دار ٹھہراؤں گی اپنی موت کا۔“

”حید دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ یہ کیمی میثمت
ہے۔ وہ سو فیصد سنجیدہ معلوم ہوتی تھی۔ ایسی کسی بلکے یہ درMal
سے آج تک سالقہ نہیں پڑا تھا۔“

”دنقاہد اٹھا ہو بالا۔“ میں سمجھ گیا، تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“

”کیا سمجھو گئے؟“

”بھی کہن گوں نے تھیں پیٹو ماٹز کا تھا وہ میرے چیف
کے آدمی نہیں تھے! تھماری ہی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔“

”ہاں میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔ مجھے تو ہر شش ہی نہیں تھا۔“

کر چاٹوں یار دی کی ٹوکری میں چھینک دوں؟“
”بے دفاوں کی سی گفتگو نہ کرو!“ وہ روپڑی اور حید سے
روتا ہوا چھوڑ کر ہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

رات کے آٹھ بجے تھے۔ ڈانٹاگ بال میں زیادہ بھرا
نہیں تھی۔ قاسم ایک میز کے قریب تھا انظر آیا۔

حید کو دیکھ کر اس نے بُری سامنہ پایا تھا لیکن کچھ کہہ نہ
سکا۔ حید بھی کچھ نہ بولا۔ چپ چاپ کری کچھ کھنگ کر اس کے سامنے
بیٹھ گیا۔

”جی... فرمائیے!“ قاسم نے زہریلے انداز میں
دیکھتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

”وہ کہاں گئی؟“

”آپ سے مطلب؟“

”بڑے پارے لہجے میں حرام خور کہتی ہے۔“

”جی پھر آپ بھی سمجھا دیکھیے اپنی کمزوری کو؟“

”وہ تو میری آناتیق ہے!“

”آناتیق نہیں تو بتا شہر ہے!“

”کیا پر کہی ہے تو تم نے؟“

”پورن دکر دیجئے۔ یہاں سے چلے جاؤ!“ قاسم با تھا بلکہ بولا۔

”مناہے تھے کسی مریضہ کی ملازمت بھی اغیار کر کہتی ہے۔“

”جی میں نے سب کچھ کر کر کی ہے۔ پھر آپ سے مطلب؟“

”ابے ہوش میں ہے یا نہیں؟“

”ڈیکھو... جہاں سبھاں کے...“

”آخر غزوہ کس بات کا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ اس کے جھب
رو سیاہی نصیب ہو گی اس کی بھی فکر نہیں کہ تم خود ہی اس پر
سب کچھ خاکر کر چکے ہو۔ اور بھی راستے میں، چٹانوں سے سر
ملکراتے پھر گئے۔“

”قاسم خوک نکل کر رہا گیا۔ آہستہ آہستہ اس کے جھب
پر بھی سبی کے آثار ابھرتے آرہتے تھے، لیکن وہ سختی سے ہونٹ
پر بونٹ جھائے پڑھا رہا۔“

”استنے میں ریا دکھانی دی...“ تپر کی طرح اس میز کی
ٹرف آئی تھی۔

”کیا ہے؟“ حید نے جھلکا کر پوچھا۔

”مجھے تھائی سے ہوں آتا ہے؟“

”بالکل بالکل یہ حمید سے پہلے قاسم بول پڑا۔“

”حید خاموش رہا۔ نہ صرف خاموش رہا بلکہ دسری
ٹھیکیت ہی بدلت کر رکھ دیا ہے۔ اب میں تھمارے شہد نگا

”مچھی بات ہے۔ وہ کوئی دلت تھی اور اس نے روم نمبر
گیرہ میں بلا یا ہے：“

”اوہو؟“

”پھر عقل استعمال کردا پنی۔ بتاؤ کیا کرو؟“
”چلو؟“

”چلو کامطلب تو یہ ہوا کتنی ساختہ چلوگی؟“
”یقیناً، تم مجھے تہبا نہیں چھوڑ سکتے؟“

حید پاٹپ میں بتاؤ کو بھرنے لگا۔ روم نمبر گیرہ میں انو
ابالی کا قیام تھا۔ قاسم محمد کو اس کے متعلق سب پکھتا رہا
کے بعد رازدارانہ بھیجے میں بولا تھا۔ یا مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ
قرن صاحب پر اشک بوجھی ہے؟“

”تم سوچنے لگے؟“ ریا نے اسے ڈکا۔

”مم۔ میں پکھ نہیں۔ اچھا۔ چلو!“
جیسے ہی حید نے دروازہ کھول کر اسی اسے دھکا دیتا ہوا
اندر گھس آیا۔!
رمیا کے طبق سے گھٹی گھٹی چیخ نکلی تھی... اور قبل اس
کے کھید سنبھلتا۔ آئنے والے نے ان دونوں کو اپنے پلاں پر
سے کو رکھتے ہوئے کہا۔ اب کسی کی آواز نکلی تو فائز کر دوں گا۔
اپنے ہاتھ اٹھا لو!“

یہ کوئی معاقی ادمی تھا لیکن اس نے انھیں انگریزی
میں مخالف کیا تھا۔

حید اور یہاں نے ہاتھ اور پلاٹھا دیے ایک حید کے چہرے
پر جھلابرٹ کے آنڈا تھے۔

”تم دونوں ایک گھنٹے سے پہنچے کمرے سے باہر نہیں ہو
گے،“ اجنبی نے ریا لور کو جوش دے کر کہا۔

”کیا تم اس بے ہودگی کا مقصد بتا سکو گے؟“ حید فراہیا۔
”تم را فو ابادلی سے نہیں مل سکتے!“

”وہم بے تھار لا کہ تم مجھے کسی کام سے روک دو گے؟“
”اچھا تو پھر کوئی حرکت کر کے دیکھو۔ ریا لور میں گھاہوں اسائیز

تو تھیں نظر آئی رہا ہو گا!“
حید پکھنے بولا۔ الجملہ وہ اجنبی کو خونخوار نظروں سے گھوڑے
جا رہا تھا... ریا کا چہرہ سفید پر گیا تھا۔ کبھی وہ سہی ہوئی نظر وہ

اجنبی کی طرف دیکھی اور کبھی حید کی طرف۔
دقائقاً با تحریرم کا دروازہ بآہنگی کھلا اور ایک ادمی

دے پاؤں باہر نکلا۔ اجنبی کی پشت اس کی طرف تھی۔

کی دردی تھی۔ سیدھا ذون کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
اس نے تو شاید یہ تک دیکھنے کی رسمت گوارا ذکر تھی
کہ کمرے میں کتنے افزاد موجود تھے۔

فون کے قریب پہنچ کر اس نے تھیسے سے اوزار نکالے
اور کام شروع کر دیا۔ حید اور ریما خاموشی سے اسے دیکھے جا
رہے تھے۔ دونوں کی آنکھوں میں ایک ہی سوال تھا۔ کال کس
کی ہو سکتی ہے؟

فون ٹھیک کر کے میکنک نے آپریٹر سے گفتگو کی
اور حید کی طرف فرما کر بولا۔ ”ٹھیک ہو گیا جناب!“

اس کے چلے جانے کے بعد حید اٹھ کر فون کے قریب آیا۔
”اوہو!“ اس کی زبان سے ہے ساختہ نکلا تھا۔

”کیا بات ہے؟“ ریما بھی اٹھتی ہوئی بولی لیکن اس کے
قریب پہنچنے سے پہلے اسی بلیک فورس کا کارڈ حید کی جیب
میں پہنچ چکا تھا۔

”دہریا کی طرف مذاکر بولا!“ کیوں نہ میں آپریٹر سے معلوم
کر دوں کہ کس کی کال تھی؟“

”عفروں کی نہیں کر...“ وہ پکھ کر ہتھ پہنچتے رک گئی۔
حید نے ہوش کے اسکس چیخ سے رجوع کر کے لارڈ روم نمبر
ایک کی کال کے بارے میں پوچھا۔

”جی ہاں کال تھی!“ دوسرا طرف سے جواب ملا۔

”کوئی حورت تھی؟“
”جی نہیں مرد!“

”شکریہ!“ حید نے ریسیور کریڈل میں رکھ دیا۔
”کیا عورتیں بھی میں تھاری چیف کی پارٹی میں؟“

حید جواب نہیں دے پایا تھا کہ فون کا بزر بول اٹھا۔
”ہیلو!“ حید ریسیور اٹھا کر بولا۔

”حید صاحب!“ دوسرا طرف سے کسی عمرت کی
آواز آئی۔

”ہاں۔ آں!“
”روم نمبر گیرہ میں آجائیے۔ پلیز!“ ساختہ سلسلہ

منقطع ہونے کی بھی آواز سنائی دی۔

”کون تھا؟“
”پستہ نہیں!“
”کچھ سمجھیں نہیں آتا؟“

”تمھاری بھوکیں آتا تو میری عقل پر اعتماد کرو!“

کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرے گا۔“
”ریا ڈیسر۔ یقین کر دکہ اس کے متعلق یقین کے ساتھ
کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ بعض اوقات وہ انتہائی اہم نکتوں پر
غور کرنا بھی غیر ضروری سمجھتا ہے اور کبھی کبھی یہ بھی دیکھا گیا ہے
کہ بہت ہی معمولی چیزوں اس کے لیے بہت اہم بن گئی ہیں۔“

”کچھ بھی ہو مختاطہ ہو۔ میں صرف یہی کہنا چاہتی ہوں!“

”اب مختاطہ رہنے کا طریقہ بھی تباہ ہے۔“
”کسی پر یقین نہ کرو!“

”یہ تھاری ذات بھی اس میں شامل ہے!“
”ہاں۔ مجھ پر بھی یقین نہ کرو۔ ہو سکتا ہے میسری
ذہنیت بھی بدلتے ہیں کہ اس کے لیے کوئی نہ کرو!“

”اوہو!“ اس کی زبان سے ہے ساختہ نکلا تھا۔
”کیا بات ہے؟“ ریما بھی اٹھتی ہوئی بولی لیکن اس کے

قریب پہنچنے سے پہلے اسی بلیک فورس کا کارڈ حید کی جیب
میں پہنچ چکا تھا۔

”دہریا کی طرف مذاکر بولا!“ کیوں نہ میں دیکھتا ہو اسکریا۔

”ایجھی تک تو میں نے تھارے خلاف کچھ نہیں سوچا تھا
آنندہ کے لیے مختاطہ رہنا چاہتی ہوں۔ تھیں ہر طرح سے میری
نگرانی کرنا چاہیے۔ مجھے کبھی تہباز چھوڑو۔ درہ ہو سکتا ہے
کہ ہی نہ ڈالی ہو!“ حید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا اسکریا۔

”ایجھی میں چوری میں لختے اس کمرے میں مقید رہوں!“
”یہ پر تو نہیں کہتی باہر جاؤ تو مجھے بھی ساٹھ رکھو!“

حید نے طویل سانس لی اور کھوپڑی سہلانے لگا۔
ٹھیک اسی وقت دروازے پر کسی نے دنک دی۔

”کون ہے؟“ حید نے اپنی آواز میں پوچھا۔
”روم سروس سر!“

”یا تم نے کوئی آرڈر دیا تھا؟“ حید نے ریا سے پوچھا۔
”نہیں تو!“

”میں نے بھی نہیں دیا تھا یا ہی حید نے کہا اور اٹھ کر دروازے
کے قریب آیا۔“

”کیا بات ہے؟“ اس نے بلند آواز میں پوچھا۔
”فون چیک کرنا ہے جناب... آپ کی کال آئی تھی۔“

آپریٹر لینکٹ نہیں کر سکا۔“

حید نے پائیں ہاتھ سے ہینڈل گھما کر دروازہ کھول لے۔
داہنا ہاتھ ریا لور کے دستے پر تھا۔

ایک تاریث اندر داخل ہوا۔ اس کے جسم پر ہر ملہی

تھارے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے تھیں بادرکرنے
کی کوشش کی ہو گی۔ وہ تھارے چیف کے آدمی میں اور انھوں
نے مجھے پیٹنٹ مائز کے میری حقیقت معلوم کر لی ہے... کہیں
میں نہیں دھوکا تو نہیں دے رہی ہوں!“

”ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے!“
”میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم اس پر یقین نہ کرو۔ یہ
خال دل سے نکال دو کہ وہ تھارے چیف کے آدمی تھے۔ یہ
ناہکن ہے کہ تھارے چیف کی رسانی اس کنوئیں تک ہو سکے
جہاں میں نے سیلی کا پڑا تھا!“

حید سچ پر سوچ میں پڑ گیا۔ قاسم کی جیس پر کولز والے
نے ٹوڈ کو بلیک فورس کا آدمی غاہر کر کے نہ فر حید کو بڑی
رقم دی تھی بلکہ غار میں پیش آئے والے داعوات کا مقصد بھی بتایا
تھا اور مقصد یہی تھا کہ ریما کو پیٹنٹ مائز کے اس کی اصلیت
معلوم کی جائے۔ اس کے اس بیان کی تقدیم کی جا سکے کہ وہ

تنیزم سے بیزار ہو کر ان سے آمدی ہے۔“

حید اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرتا ہا پھر وکھ دیز
بعد بولا۔ اگر تم کہتی ہو تو مانے لیتا ہوں... لیکن اس کا مقصد؟
انھوں نے ایک بڑی رقم میرے حوالے کر دی ہے۔ ہم دونوں
مرہتہ تک ایک لارڈ اور لینڈی کی طرح زندگی بس کر سکتے ہیں...“

ایڈ لفی یہاں کا سب سے بڑا ہو گیا۔“

”یہ فوری طور پر مقصد نہیں بتا سکتی... مگر ٹھہر و...
کیوں نہیں بتا سکتی؟“

وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔ حید بغورا سے دیکھے جا
رہا تھا۔ تھڑی در بعد وہ بولی۔“ اگر تھارے چیف کو اس نئی
سازش کا علم سوگت تو کیا ہو گا؟“

”کس سازش کی بات کر رہی ہو؟“

”کیا تم اونگھرے ہے ہو؟ میں کہہ رہی تھی اگر تھارے چیف
کو علم ہو جائے کہ وہ لوگ اس کے پردے میں تھا۔“

”آنے کی کوشش کر رہے ہیں تو وہ کیا کرے گا؟“

”خدا جانے۔ اس کے لیے کوئی بات یقین کے ساتھ
نہیں کہی جاسکتی... ہو سکتا ہے اسے میری شادی کی نکاحوں
جانے یا وہ خود سو میٹر لینڈ چلا جائے۔“

”سنجیدگی اتفاقیاً کر دیں گے حید!“

”میں سنجیدہ ہوں!“

”کیا دہ تھم سے قریب رہ کر ان لوگوں کی اس نئی سازش

ہی اس نے زرس کو قاسم کے پاس بھجا تھا۔ پھر جتنی دیر میں دہ دہاں سے واپس آئی اس کی موت واقع ہو گئی۔

”سوال یہ ہے کہ اگر آپ کی کال کہیں باہر سے آئی تھی تب بھی آپری طریکوں کا علم ہونا ہی چاہیے۔ یہاں تین لائیں پیش اور کوئی بھی ڈائریکٹ نہیں۔ یعنی لائن اسی ایک ایکس چینچ سے متعلق ہیں؟“

”یہاں کے حالات سے بہت زیادہ باخبر معلوم ہوتے ہو۔“

جیسا کہ اسے گھوڑتا ہوا بولا۔

”آپ شاید ابھی تک میری حیثیت سے مطمئن نہیں۔“

جادید نے اپنے کوت کی اندر دنی جیب سے کچھ کاغذات نکالتے ہوئے کہا ”یہ رب میرے کاغذات“

جیسا کہ اخیں دیکھتا ہا پھر مسکرا کر بولا ”ٹھیک ہے...“

سوال تو یہ ہے کہ اگر وہ اسے ختم ہی کر دینا چاہتے تو پھر مجھے چھپنے کی کیا ضرورت تھی... نہایت خاموشی سے لے ختم کر دیتے۔ اگر میرے یہ وہ کال رافعہ کی نہیں تھی تو اسی میں سے کسی کی رہی ہرگی... پھر ایک آدمی مجھے باہر نکلنے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے... فدا ٹھرو۔ کیا وہ آدمی انھی لوگوں میں تھا جن کی نگرانی تم یہاں کرتے رہے ہو؟“

”نہیں! وہ میرے یہے ابھی تھا۔ ان لوگوں میں کبھی نظر نہیں آیا جن کی گفتگو سے مجھے اس سازش کا علم ہوا تھا کہ آپ کے کمرے میں کچھ ہونے والا ہے۔“

”اور وہ تھیں جل دے کر نکل گیا؟“

”مجھے شرمندگی ہے۔“

”کیا وہ ہوا میں تخلیل ہو گیا ہست جادید؟“

”یقین کیجیے، جب میں باہر نکلا ہوں تو رہداری بالکل سنان پڑی تھی۔ پھر بیس صدر دروازے نکل دوڑا چلا گیا تھا۔“

”خیر۔ دیکھا جائے گا۔ اب ہمیں اس لاش کیلے کچھ کرنا چاہیے۔“

”میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر اس کے کمرے میں بینچ چکا ہوگا۔“

جادید کا خیال جمع نکلا۔ ہول کے میخ کے ساتھ دی ڈاکٹر رافعہ کے کمرے میں موجود تھا جس کے زیر علاج تھی۔

”ہارٹ فیلوری پرست کے“ ڈاکٹرنے انھیں مطلع کیا۔

قاسم کی آنکھیں متور منظر آئیں، شاید وہ اس کے بدلے روتا رہا تھا۔ خاموشی سے جیسا کہ دیکھتا رہا۔

”رافعہ ابدالی... ابھی زرس نے مجھے اطلاع دی ہے۔“

”قتل؟“

”نہیں... گردن وردن نہیں کہی... بس مر گئی!“

”تم دیں ٹھہرو۔ میں آرہا ہوں“ جیسا کہ اس کے ساتھ جادید کی طرف مڑا۔ اور قاسم سے سنی ہوئی خبر سنائی۔ جادید کا مفتر جبرت سے کھل گیا۔

◇ رافعہ کی لاش بستر پر پڑی تھی۔ بنقاہر کوئی ایسی علامت نہیں پائی جاتی تھی جس کی بنابرائے قتل سمجھا جاسکتا۔ زرس کے بیان کے مطابق پھر دیر پہنچے اس نے فون پر کسی سے گفتگو کی تھی۔ پھر اسے قاسم کو بلانے بھیجا تھا کیوں کہ قاسم کے کمرے کے فون پر اس سے رابطہ قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ اور پھر جب وہ قاسم کو ساختے کر واپس آئی تو رافعہ مر چکی تھی!

جیسا کہ اسے قاسم کے کمرے کا فون چیک کیا۔ ایک چینچ سے رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ لائن پرچ ڈیڈ تھی۔

جادید اس دوران میں اس کے ساتھ ساتھ رہا تھا۔ خاصا پھر تپلا اور اسمارٹ آدمی تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ رام گڑھ میں اے، ایس، آئی ہے اور کرنل فریڈی کو اپنا روحانی استاد مانتا ہے۔ اس کے طریق کا رکھا مطالعہ ہی اس کی راہنمائی کرتا ہے۔

جیسا کہ اس پرچ گھوکے بعد فاموس شکھڑا تھا کہ جادید بولا۔

”یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس نے زرس کو قاسم کے پاسن بھیجنے سے پہلے کس سے گفتگو کی تھی؟“

”میں بھی یہی سوچ رہا تھا“ جیسا کہ بولا۔

پھر وہ ہول کے ایکس چینچ کے آپریٹر سے پوچھ گچ کرنے لگئے تھے... اس نے اطلاع دی کہ روم فیر گارڈہ کے کمرے کے آپریٹر کے متعلق شکایت کی گئی تھی کہ وہاں سے جواب نہیں مل رہا، اس کے علاوہ روم فیر گارڈہ سے اور کوئی کال نہیں ہوئی تھی۔ جیسا کہ اسے اپنے فون کے بارے میں پوچھا۔

”نہیں جناب۔ آپ کے کمرے کے لیے تو سرے سے کوئی کال ہی نہیں ہوئی“ آپریٹر نے جواب دیا۔

یہ جواب میجر کرنے والا تھا۔ خیرت اس پر تھی کہ اگر وہ کال ہول کے علاوہ کہیں اور سے آئی تھی تو اس کا کیا مقصد تھا؟

”بڑی عجیب بات ہے!“ جیسا کہ جادید کو مقا طب کے معلوم ہوتے ہو؟“

کہا۔ آپریٹر کے بیان کے مطابق رافعہ صرف ایک کال کرنی چاہی تھی اور وہ کال قاسم کے یہی لیکن اس کے کمرے کا آپریٹر خواب ہونے کی بنابرائی نہیں ہو سکی تھی اور کال نہ ہو سکنے کی بنابرائے

”ہاں، ہاں!“ جیسا کہ اسے ٹھوٹے والی نظر دی سے دیکھتا ہوا بولا۔

”تو پھر زدراڈ انگ ہاں تک!“

”کیا کہہ رہا ہے؟“ رہا نے پوچھا۔

”ہم دونوں فداڈ انگ ہاں تک جا رہے ہیں!“

”یہ ناممکن ہے! تم مجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتے!“

”یہ خالون کیا اندود بھجو سکتی ہیں؟“ حملہ آور نے جیسا کہ غسل خانے سے برآمد ہونے والا حملہ آور اس کا کوئی حمایتی نہیں ہو سکتا ہے اور وہ اس دوران میں داخل ہوا ہو گا۔ جب وہ دونوں ڈائٹنگ ہاں میں تھے۔

”یاد کیا جاتا ہوں؟“

”اوہ۔ اچھا!“

”آپ لوگوں کی دیکھ بھال میرے پر دہے؟“

”رافعہ ابدالی نے مجھے اپنے کمرے میں بلا یا تھا؟“

”اوہ ہو۔ تو وہ اس کی کال تھی؟“ اس نے پوچھا۔

”مجھے علم تھا کہ کوئی یہاں آگر آپ لوگوں کو ڈسٹرپ کرے گا!“

”بہت باخبر معلوم ہوتے ہو!“

”غلط نہ سمجھے!“ ان کے کئی آدمی یہاں مقیم ہیں۔ میں نے ان کی گفتگو سنی تھی اور یقین رکھے کہ رافعہ ابدالی کی وہ کال بھی دھوکا تھی... میں نہیں سمجھ سکا کہ اس حرکت کا مقصد کیا تھا؟“

”وہ تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ رافعہ کی طرف کا کال بھی انھی لوگوں نے کی تھی اور مجھے کمرے سے نکلنے سے باز بھی رکھنا چاہتے تھے؟“

”جی ہاں! میں بھی کہنا چاہتا ہوں۔ رافعہ میرے علاوہ اور کسی سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھ سکتی۔ کرتل صاحب کی ہدایات اس کے لیے بھی ہیں!“

”غیر میں دیکھ لیتا ہوں!“ جیسا کہ بڑھتا ہوا بولا...“

اس نے فون پر رافعہ کے کمرے سے رابطہ قائم کیا... جواب فراہم تھا لیکن یہ قاسم کی آواز تھی۔ جیسا کہ عسوس کیا کہ وہ پوچھ گھریا ہوا ساہے۔

”یہاں بات ہے!“ جیسا کہ اس سے پوچھا۔ تم پوچھ پرشنan معلوم ہوتے ہو؟“

”اوہ۔ جیسے بھائی... وہ... وہ مرغی...“

”قدرو!“

”کون مر گئی؟“

ریما کا سامنا بھی نہیں تھا۔ جیسا کہ دیکھ چکا تھا لیکن اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ اچانک باخودروم سے نکلنے والا ابھی پر ٹوٹ پڑا...“

ریوالر اس کے پاخو سے نکلنے کر دو رجاگر اتحادی جس پر جیسے چھاگل نکلی۔ اب ریوالر خود اس کے پاخو میں تھا۔

ان دونوں میں زور از ماںی شروع ہو چکی تھی۔ جیسا کہ سمجھ میں نہیں آہما تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ فاہر ہے کہ غسل خانے سے برآمد ہونے والا حملہ آور اس کا کوئی حمایتی نہیں ہو سکتا ہے اور وہ اس دوران میں داخل ہوا ہو گا۔ جب وہ دونوں ڈائٹنگ ہاں میں تھے۔

”وہتا حملہ آور نے ریوالر والے کو ریشن پر گرا دیا۔ ریما جھپٹ کر جیسا کہ تریب پہنچی اور آبست سے پوچھا کہ دوسرا حملہ آور کرنے ہے؟“

جیسا کہ اس کی بات کا جواب دیے بغیر حملہ آور سے بولا۔

”آئے دباٹے رکھو میں اس کے پاخو تھی سے باندھ دو!...“

اس کے بعد اس نے ریوالر میز پر رکھ کر اپنی طائفی کھوتا شروع کر دی۔ پھر جو کچھ بھی ہوا اتنی برق رفاقتی سے ہوا کہ جیسا کہ سنجھنے کا موقع ہی تزلیخ کا!“

مغلوب کسی نہ کسی مرح حملہ آور کی گرفت سے نکل کر دروانے کی طرف بھاگا تھا اور پھر تی سے بینڈل گھما کر دروازہ کھو تاہو باہر نکل گیا تھا۔

پھر حملہ آور بھی خاٹ۔ وہ اس کے تماقہ میں گیا تھا۔

جیسا کہ اور یاما فاموس شکھڑے احتفاظ انداز میں ایک دوسرے کو دیکھے جا رہے تھے۔

”یہ سب کیا تھا؟“ پھر دیر بعد ریما نے چھنسی چپسی آواز میں کہا۔

”جہاں تم... دہاں میں... جہاں کیا بیتا سکوں گا...!“

”وہ... وہ... باخودروم میں!“

”ہاں وہ اسی وقت کمرے میں داخل ہوا ہو گا۔ جب ہم دونوں ڈائٹنگ ہاں میں تھے؟“

”ایک بات سمجھ میں نہیں آئی؟“

جیسا کہ کچھ کچھ نہ بولا... ریما پھر کچھ کہنے والی تھی کہ دروازہ دوبلہ کھلا اور حملہ آور اندر دا غل پیوا۔

”مجھے انکو سے کہہ دیں کہ وہ نکل گیا۔ بیکا آپ پوچھ دیکھ کر دیکھا تھا ایک بات میں سے سکتے ہیں!“

فوری طور پر بچہ مغل فامی کر دینے کا نوٹس دے دیا۔

رات کے نوبتے تھے اپانک کسی نے نلٹی کارماوٹ کے دروازے پر دستک دی۔ وہ ابھی سوئی نہیں تھی۔ اٹھ کر دروازہ کھولوا۔۔۔ لیکن اس کا استنٹ میتووز سامنے کھڑا نہیں پسوارہ ہاتھا۔

”آپ اس وقت مسٹر میتووز!“ نلٹی کے ہیجے میں حیرت تھی۔
”میں معافی چاہتا ہوں مس... لیکن...!“

”اندر آجائیں!“

”وقت کم ہے! وہ کمرے میں داخل ہوتا ہوا بولا۔ جو کچھ بھی ہے بہت تھوڑے الفاظ میں کہنا ہے۔ آپ کے نئے دوست ایڈ لفی سے نکالے جا رہے ہیں۔ اگر آپ وقت پر من پہنچیں تو در بدر ہوتے چھڑیں گے!“

”یکوں نکالے جا رہے ہیں؟“

”علوم نہیں! بہر حال آپ ان کی مدد کر سکتی ہیں۔ یہ کارڈ یعنی اس پر بعض عمارت کا پتا تھا کہ وہ آپ استعمال کر سکتی ہیں۔ اپنے دوستوں کو دہاں لے جائیے۔ جلد ہی کچھ میں کارماوٹ!“

نلٹی اس وقت باہر نہیں جانا چاہتی تھی، لیکن بہر حال اسے یہ کام کرنا تھا۔ اس نے کارڈ میتووز سے لے یا تھا۔

”باہر ایک بڑی کار موجود ہے!“

”مجھے کیا کرنا ہو گا؟“

”مرٹے آدمی سے آپ بے تکلف ہو چکی ہیں۔ اس سے

کہیے گا کہ وہ اپنے دوستوں سمت آپ کے مکان میں قیام کر سکتا ہے اور پھر انھیں اسی عمارت میں لے جائیے گا!“

”لیکن میں دہاں ان کے ساتھ قیام نہ کر سکاں گی۔“
”ممکن ہے... اس کا انتظام ہو جائے گا کہ آپ کی درگاہ کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہو!“

نلٹی نے بڑی بے ولی سے اس وقت باہر نکلا گا ایک تھا۔ باہر ایک بیسی سی کار موجود تھی۔ میتووز اسے گاڑی میں بٹھا کر بولا۔ میری موجودگی مذوری نہیں ہے۔ درائیور آپ کو ایڈ لفی ننک لے جائے گا اور دہاں سے آپ کے دوستوں کو اس عمارت تک خود ہی پہنچانے گا۔ آپ کو اس سلسلے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گا!“

پتا نہیں یہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں، لیکن اب تو اس

”چیخ مارتے کا خیال ترک کر دو!“ حمید ہاتھا تھا کر بولا۔ یہ بھت نہیں ہیں۔ غالباً انھیں سکتے ہو گی یا تھا۔ اب ٹھیک ہیں!“

”یعنی کہ یعنی کہ: وہ اور مجھ نہ کہہ سکا۔“
”میں الحال آپ حضرات بالہ تشریف لے جائیے اور صرف اس داکڑ کو اندر بیچ دیجیے۔ جوان کا علاج کر ہاتھا وہ بڑی تیزی سے باہر نکل گیا۔

”کیا بھوت، کیا سکتے؟“
”کچھ دیر قبل ہم نے آپ کو مردہ حالت میں دیکھا تھا۔“

”اکثر نے کہا تھا کہ آپ کی حرکت قلب بند ہو چکی ہے۔ یہ لوگ اب غالباً لاش اٹھانے آئے تھے۔ قاسم میرے کمرے میں ہوش پڑ لے!“

”پاگل بنادیئے والی باتیں کرو رہے ہیں آپ!“
”میں خود نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے حمید اس کی انکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ لیکن مجھے بلوانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟“

”میں کرزل ہے مٹا چاہتی ہوں!“
”مٹا تو میں بھی چاہتا ہوں لیکن مجھے ان کا پتا نہیں!“

”سنوا جیرا باب مارڈا لایا۔ میں انتقام کی آگ میں جل رہی ہوں... کرزل نے مجھے اپنے ننکے رکھا ہے درہ کبھی کی ویران تلے میں پہنچی ہوتی!“

”ویران تلے میں کیا ہے؟“
”تم کچھ نہیں جانتے!“

”ادہ اچھا یا وہ احتیٰ ہوئی یوں!“ بیٹھیے بیٹھیے۔
”پھر وہ بستر پر جا بیٹھی بھتی یکوں کر کرے ہیں دوہی کو سیاں رکھی تھیں۔“

”حمد نے اپنے سر کو منقی جبش دی اتنے میں دوسرا بڑا کھڑا ہو گیا۔ استنٹ میخرا ایک مقامی پولیس ان پکڑ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ آپ سے باہر ہو رہا تھا۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی دھاڑنے لگا۔“

”یہ کون ہے؟“ دفعتاً رافعہ نے ریما کو گھوٹے ہوئے پوچھا۔
”میری ایک دوست!“

”خیر کوئی بھی ہو! کرزل کہاں ہیں؟ میں فوری طور پر ان اب انھیں یہاں نہیں ملھرنے دوں گا...!“

”اسے مٹا چاہتی ہوں!“ حمید جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے رافعہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہی غاؤں میں بچپو دیر پہلے مگر تھیں!“

”بکواس سمت کرو!“ حمید بھٹکا کر بولا۔ اس داکڑ کو بیاں جس نے ان کی موت کی تعمیل کی تھی!“

”چھربات بڑھ گئی۔ پرے ہوٹل میں شہرہ ہو گیا۔ استنٹ میخرنے ہوٹل میں داخلہ محدود کے حق کے تحت ان سب کو

”یہ کیا ہو رہا ہے؟“ ریما نے خوفزدہ ہیجے میں پوچھا...
اور حمید بے ساختہ نہیں پڑا... بھر بولا۔“

”اطلاع لایا تھا کہ رافعہ پھر زندہ ہو گئی ہے۔ اس کا پیغام لایا تھا کہ وہ بھوکھ سے مٹا چاہتی ہے۔ اور پیغام دینے کے بعد بے ہوش ہو گیا!“

”پتا نہیں یہ سب کیا ہو رہا ہے!“ ریما بڑھا اپنی بھائی کے ساتھ پڑھتا۔
”محض رافعہ کے کرنے تک جانا پڑے گا۔ تم بھی چلو!“

”مم... بیس... اگر یہ سچ ہو تو...!“
”تو میں اس سے پوچھوں گا کہ دوسرا دنیا میں پرنس ہنزی کا مبارک مٹا ہے یا نہیں!“ حمید جھنگلا کر بولا۔

”قاسم کو اسی حال میں چھوڑ کر وہ کمرے سے نکلے تھے۔ رافعہ کے کرنے کے قریب جاوید سے مل چھڑا ہو گئی۔“

”تم باہر ہی ٹھہر گئے!“ حمید نے اس سے کہا۔
”اندر کیوں جا رہے ہیں آپ؟ کوئی خاص بات؟“

”واپس آگر بتاؤ!“ اس نے دروازے کا سینہ نہیں دھونے کے لئے پڑھا۔

”دروازہ کھل گی۔ وہ اور ریما اندر داخل ہوئے۔“
”رافعہ بستر کے قریب پڑی ہوئی آرام کر سی پر نیم دروازہ تھی۔“

”انھیں دیکھ کر سیدھی بیٹھتی ہوئی بولی“ تم لوگ بغیر اجازت اندر کیوں آتے ہو؟“
”میں کیپن حمید ہوں!“

”ادہ اچھا یا وہ احتیٰ ہوئی یوں!“ بیٹھیے بیٹھیے۔
”پھر وہ بستر پر جا بیٹھی بھتی یکوں کر کرے ہیں دوہی کو سیاں رکھی تھیں۔“

”حمد نے ریما کی طرف دیکھا وہ بڑی طرح سہی ہوئی تھی۔“
”ہاتھ کا پٹ رہے تھے۔“

”یہ کون ہے؟“ دفعتاً رافعہ نے ریما کو گھوٹے ہوئے پوچھا۔
”خیر کوئی بھی ہو! کرزل کہاں ہیں؟ میں فوری طور پر ان

اب انھیں یہاں نہیں ملھرنے دوں گا...!“

”اسے مٹا چاہتی ہوں!“ حمید جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے رافعہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہی تھوڑا ہے۔

”بے ہوش سوکر گرنے والا ہے!“ ریما بڑھا کر یہی تھی اور حمید قاسم کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس جدو جمید میں اس اتنا ہوا کہ قاسم کا سر نہیں بند ہوتی جا رہی ہیں۔

”دنعتاً حمید کو وہ کارڈ دیا جو بلکہ فورس میں کا آدمی اس کے کمرے میں فون کے قریب چھوڑ گیا تھا۔ جلد ہی اسے موقع مل گیا کہ وہ تمباٹی میں اسے دوبارہ دیکھ سکے۔“

”کارڈ کی بستت پر تحریر تھا۔“ اس آدمی کے علاوہ اور کسی پر اعتماد نہ کرد۔ تحریر فریڈی کی تھی۔

”یہ کیا چکر ہے؟“ دہ آہستہ سے بڑھا یا اور کارڈ کو مکڑے مکڑے کرنے کے آٹھ دان میں ڈال دیا۔ ریما اس وقت باخ روم میں تھی۔

”دنعتاً کوئی کمرے کا دروازہ پیٹنے لگا۔ دھڑا... دھڑا۔“
”کون ہے؟“ حمید جھلکا کر دروازے کی طرف جھپٹا۔

”میں ہوں... دروازہ کھلو!“ باہر سے قاسم کی آواز آئی۔
”حمید نے دروازہ کھولوا۔ قاسم بڑی طرح ہاپ رہا تھا، لیکن اس کی انکھوں میں عجیب سی چمک نظر آئی۔ دانت نکلے پڑھے۔“

”زندہ ہو گئی... وہ جنمہ موٹی...!“
”کیا بکار ہے؟“ کرسی پر اکٹا بیٹھی ہوئی حکم چلا رہی ہے۔

”رافعہ ابدی!“ کرسی پر اکٹا بیٹھی ہوئی حکم چلا رہی ہے۔
”جھوٹو بھجا ہے قہیں بلا لاول!“

”اتنے میں ریما غسل خاتے سے برآمد ہوئی۔“
”اے تو کیا تم دنوں ایقی ہی کرے بیس رہتے ہو؟“ قاسم نے آہستہ سے پوچھا۔

”ہاں، ہاں، بکونہیں۔ پوری بات بتاؤ!“
”میں اس کے بستر کے قریب قہرا ہوا تھا کہ اپانک اپانک بیٹھی۔ تہنے لگی... تم یہاں قیا کر رہے ہو۔ نقل جاؤ کمرے سے اور کیپن حمید کو یہاں بیٹھ دو۔ اس میں دوڑا چلا آیا۔ ارے باب رے...“

”دنعتاً قاسم کے چہرے پر خوف کے شانر نظر آئے... اور دہ ہکلنے لگا!“ یعنی کہ... ارے باب رے... بیٹھو... بھوٹو...“
”اوہ بچھر حمید نے عسوں کیا کہ اس کی انکھیں بند ہوتی جا رہی ہیں۔“

”ہٹو... ہٹو...“ حمید نے ریما سے کہا۔ یہی تھوڑا ہے۔
”بے ہوش سوکر گرنے والا ہے!“ ریما بڑھا کر یہی تھی اور حمید قاسم کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس جدو جمید میں اس اتنا ہوا کہ قاسم کا سر نہیں بند ہوتا۔

”ریما بڑھا کر یہی تھی اور حمید قاسم کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس جدو جمید میں اس اتنا ہوا کہ قاسم کا سر نہیں بند ہوتا۔“
”جمید نے بڑی احتیاط سے ڈھیر ہو جانے میں مدد دی تھی۔“

کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ خوش دلی کے ساتھ سب کچھ برداشت کرتی۔
کچھ دیر بعد گاری ایڈنفی کے سامنے رکی اور درائیور نے یونچے اتر کر اس کے لیے دروازہ کھولा۔
دہسب ڈائنس بال میں مل گئے۔ پہلیں ان سپکٹر انھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا ہوٹل چھوڑنے کا نوش دے رہا ہے۔

”فکر کی کوئی بات نہیں۔ تم لوگ میرے ساتھ چلو۔ یہ تو بڑا چھا ہوا کہ مجھے اس وقت پسیر کی صفر درت پیش آگئی اور میں ادھر آنکلی۔ بس اب اٹھاؤ اپنا سامان۔ ان لوگوں کا اہانت امیر ردیئے کم از کم میرے لیے ناتایل برداشت ہے۔“
”اچھی بات ہے“ تھام سب کے پاس جا رہا ہوں۔
”تم یہیں نہ ہو۔ میں ذرا رافع کے پاس جا رہا ہوں۔“
”میں تھیں تھا نہیں ہانے دوں گی۔“
”جید جعلہ بہت میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے پر دٹک دی۔ جید نے آگے بڑا کر بولٹ گرا دیا۔ دروازہ کھلا اور قاسم اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچے نہیں تھی۔“
”چلو دیکھو! وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔“ رافع پھر مرگی ہے۔
”جسم میں جائے۔ مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“ جید نے بُرا سامنہ بن کر کہا۔
”آخر قصہ کیا ہے مسٹر جید؟“ نہیں بولی۔
”میں کیا جاؤں... کیا فقد ہے۔ اس کے سیکرٹری سے پر چھوٹا مجھ سے تو پچھہ دیر پہلے ملاقات ہوئی تھی۔“
”مسٹر قاسم کا خیال ہے کہ آپ ہی اس سے پر لٹکنے وال سکیں گے۔“
”مسٹر قاسم بھی مر چکے ہیں لہذا ان کے کہے کی کوئی سن نہیں۔“
”اے تم خود مر گئے ہو۔ بلکہ خدا کرے مر جاؤ۔“ قاسم اردو میں دھاڑا۔
”تم سمجھتی ہیں سکتے اس بات کو... مجھے بعد افسوس ہے۔“ جید نے ڈھیلے ڈھائے ٹھیکنے لیے ہیں کہا۔
”قہنا کیا چاہتے ہو؟“
”یہی کہ تھا رے کفن دفن کا انتظام بھی ساتھ ہی ہو جانا چاہیے۔ ایک بار مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا مطلب یہی تھا کہ دوسری دنیا میں بھی سیکرٹری کو ساتھ ہی رکھنا پا جاتی ہے۔
بہر حال تھا ری موٹ کا انتظام کر کے وہ پھر مر گئی۔“
”اے خدا کی قسم...“ قاسم نے خوفزدہ لہجے میں احتجاج کیا۔
”اگر زندگی عزیز ہے تو اس لڑکی کو میرے پاس چھوڑ کے باہر چلے جاؤ۔“
”یہ... یہ ناممکن ہے...!“
”تو پھر جسم میں جاؤ۔ میں کچھ نہیں کر سکتا۔...!“

”نہ چھوڑ دیا تو ہمیں طاقت استعمال کرنا پڑے گی؟“
”وہ کیا کہہ رہا ہے؟“ نہیں نے حینہ سے پوچھا۔
”پندرہ منٹ کے اندر اندر ہوٹل چھوڑنے کا نوش دے رہا ہے۔“
”فکر کی کوئی بات نہیں۔ تم لوگ میرے ساتھ چلو۔ یہ تو بڑا چھا ہوا کہ مجھے اس وقت پسیر کی صفر درت پیش آگئی اور میں ادھر آنکلی۔ بس اب اٹھاؤ اپنا سامان۔ ان لوگوں کا اہانت امیر ردیئے کم از کم میرے لیے ناتایل برداشت ہے۔“
”اچھی بات ہے“ تھام سب کے پاس جا رہا ہو۔
”میں نہیں جاؤں غما۔“
”اس کی پشت نہیں کی طرف تھی۔ جید نے مسکرا کر خیف سی جنبش بھی دی تھی۔
”کیا بات سے جتاب... کس بات پر جھگڑا ہو رہا ہے؟“
”نہیں تے اس کے قریب پہنچ کر پوچھا۔
”اصل بات تو مجھے بھی نہیں معلوم۔ پونکہ ہم اس کے ساتھ یہاں آئے تھے۔ اس لیے ہمیں بھی ہوٹل چھوڑ دینے کا نوش مل گیا۔“ جید نے کہہ کر ٹھنڈی سائنس لی۔
”قاسم ان سپکٹر سے کہہ رہا تھا۔“ پوچھوں سالوں سے کہ لپٹہ ہوٹل کے تیادام مانگتے ہیں... میں خریدوں گا۔
”دنعتاً نہیں تے قاسم کا بازو چھوکر اپنی طرف متوجہ کریا۔“
”تت... تم... ادھو اس وقت...“ قاسم کی زبان رکھڑانے لگی۔
”کیا بات ہے... کیا جھگڑا ہے؟“
”یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم فوری طور پر ہوٹل چھوڑ دیں۔“
”آخر کیوں؟“
”اب کیا بتاؤ... میری تو عمل کام نہیں کر رہی۔“
”چکھ تو تباو شاید میری عقل کام کرے۔“
”وہ مر گئی... پھر زندہ ہو گئی!“
”کون مر گئی؟“
”جس کا میں سیکرٹری ہوں...!“
”تمہاری بات میری بھجو میں نہیں آئی؟“
انتے میں جید آگے بڑا کر آہستہ سے بولا۔ ”میرے دوست کاموٹا ساز ہن بعض اوقات بڑی خوبصورت شرارتیں تراشا ہے۔“
”تم اپنی بکواس بند قروڑ...“ قاسم اردو میں دھاڑا۔
”آپ لوگ کان کھول کر رکن لیں۔“ دنعتاً پہلیں ان سپکٹر اور پنج آواز میں بولا۔ ”اگر آپ نے پندرہ منٹ کے اندر اندر ہوٹل

”دو۔ دیکھو...!“
”زندگی عزیز ہے یا یہ لڑکی؟“
”جن... جندگی!“
”قاسم دروازے کی طرف مڑا ہی تھا کہ نہیں تیری سے باہر نکل گئی... حید نہیں پڑا، لیکن بڑی زہریلی بھی تھی۔
”اس کے باہر نکل جانے پر قاسم حید کی طرف مڑا کر بیسے جلدی جلدی پکیں جھپکانے لگا۔
”جید نہیں کے قدموں کی دوڑ ہوئی ہوئی آذیں سن رہا تھا۔“
”جید نے ریاستے کہا؟“ وہ اردو سمجھتی ہے۔
”نہیں، نہیں... اسے اردو نہیں آتی۔“ قاسم بول پڑا۔
”اردو تو ہمیک سے تھیں بھی نہیں آتی۔“ پڑھ جاویا سے
”مجھے ہمیں رہنے دو...“ جید بھائی اور میں اردو پڑھ لونگا۔
”اللہ قسم... رحم قرد چھپر“ قاسم لمحیا ہا۔
”میں کچھ نہیں سمجھ سکتی... کچھ نہیں سمجھ سکتی!“ ریاستہ طی ہوئی بے بسی سے بولی۔
”اس طرح ہمیں ایک جگہ اٹھا کر دیا ہے...!“ تاکہ جس وقت بھی چاہیں ہمارا خانہ کر دیں۔ ہوٹل میں ہنگامہ کرنا نہیں سمجھا ہو گا!“
”مگر وہ اردو سمجھتی ہے تو اس نگک دو کا یہی مطلب ہو سکتا ہے۔“ تنیم کے پاس پہترین دماغ موجود ہیں۔ میڈیکل سائنس بھی بے حد ترقی یافتہ شکل میں پرداں چڑھ رہی ہے جس کے تحت اس قسم کی ہوت اور زندگی ممکن ہے۔
”دنعتاً قاسم اسے باپ رے کانٹرہ مار کر جید کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرنے لگا۔“
”رافع دروازے میں کھڑی اخیں گھوڑے جا رہی تھی۔“
”ایکیا بغیرت پھیلائی ہے تم نے؟“ دفتاریا گرجی...
”خاٹب قاسم سے تھی...“ جید کر ایسا گھوڑا ہر جائیے ریاستہ شفہیت یک لخت بد لگتی ہو؛ عجیب تیور تھے۔ جید کے پیلے بالکل نہیں۔ اس نے دنیا کا قاسم اب رافع کی سمجھانے ریا کو سہی نظریوں سے دیکھے جا رہا ہے۔
”اتنی دیر میں رافع کرے میں داخل ہو چکی تھی۔“
”تم دونوں باہر چلے جاؤ۔“ ریاستہ جید سے کہا۔
”چلو!“ جید نے مرا کر قاسم کا بازو پکڑا اور دروازے کی طرف بڑھنا چلا گیا۔
”جیسے ہی وہ کمرے سے نکلے۔ دروازہ بند کر دیا گی۔“ جید

نے بولٹ چڑھاتے کی بھی آواز سنی۔
”یہ سب قیا ہو رہا ہے جمید بھائی“ قاسم کپکپاتی ہوئی آواز
میں بولا۔

”جہنم میں حجونکو سب کو چلواب تھاری والی کوتلائش کریں۔
... رافعہ بھوت بن گئی ہے ... اور میری والی تو پہلے ہی
سے چڑھل گئی“

”میں کسی کو نہیں دھونڈتا ... عورت ہے لعنت پر“
”عورت ہے لعنت پر“ جمید نے حیرت سے دہرا دہا
مٹھنگے سے۔ مجھے اس وقت غلط صحیح کا ہوش نہیں ہے۔
ارے باپ رے۔ پھر زندہ ہو گئی!“

”تیامطلب؟“
”یہاں سے نکل کر ... کسی دوسرے ہوٹل کی راہ لیں“
”ہاں یہ شخص ہے ... تھاری والی بھی مجھے زہر لگتے گئی ہے
... لئے زور سے ڈانٹا ہے سالی نے!
باہر نکلنے سے بھی جمید نے نکل کار ماڈنٹ کوتلائش کرنے کی
کوشش کی جیکیں وہ عمارت میں منتظر۔

”دہ کاری بھی غائب بھی جس پر یہاں آئے تھے۔
بیرونی برآمدے کے نیچے اترے ہی تھے کہ بائیں جانب
سے آواز آئی تھیہ ہے؟“

”آپ کہاں جا رہے ہیں؟“ اسے انپکٹر جاوید دکھانی دیا۔
”آپ کہاں جا رہے ہیں جناب؟“ اس نے پوچھا۔
”دو دو ہیلے؟“ جمید نے بے پرواہی سے جواب دیا۔
”میں نہیں سمجھا جناب؟“

”ملک ... ایم آئی ایل کے ... ملک ...!“

”پھر کس زبان میں سمجھاؤ؟“
”دو دو ہی، مہیا کر دیا جائے گا... آپ اندر ہی تھیے!“
”میں خود ہی جانا چاہتا ہوں ...!“

”پرکنل صاحب کی ایکم کے مطابق نہ ہو گا!“
”دنقا جمید نے ایک پچانٹا باخدا اس کی پیٹی پر رسید
کر دیا۔ وہ پچکا کر گرا اور پھر زادھ سکا۔
اب جمید نام کا باخدا پکڑتے تیزی سے آگے بڑھا جا رہا تھا۔
اچانک قاسم نے ٹھوک کھانی اور جمید کو اپنے ساتھ لیتا
ہوا ڈھیر ہو گیا۔

انگریزی بول رہی تھی۔

ایک موٹا سا مکبل ڈال دیا گیا۔ کچھ دیر بعد جب نلنی کے حراس
بجا ہوئے تو اس نے عورت سے پوچھا کہ وہ یہاں کیوں لائی گئی ہے؟

”علوم ہو جائے گا“ عورت نے بے پرواہی سے کہا۔
”کیا نہیں؟“

”میں کچھ بھی نہیں پیوں گی۔ مجھے اس حکمت کا مقصود علم
ہوتا چاہیے؟“

”شراب یا کافی؟“
”کچھ بھی نہیں۔ یہ کیا زیادتی ہے ... بہت بڑا غیر قانونی
جرم ہے؟“

”جیک اسی وقت ایک اور آدمی کمرے میں داخل ہوا۔
وہ نہیں تھا جو سے راستے بھروسے کیا دیتا آتا تھا۔

”نلنی نے آنے والے کی طرف دیکھا اور بوکھلا گئی ...
دوبارہ نظر طانے کی ہمت نہ کر سکی۔ پتا نہیں اس کی انکھوں
میں کیا تھا۔“

”وہ خاموش کھڑا اسے دیکھتا ہا پھر عورت سے بولا۔ نہیں
کچھ پینے کے لیے دو؟“

”یہ کچھ پینے سے انکار کر سکی میں؟“ عورت نے کہا۔
”میں اس حکمت کی وجہ معلوم کرنا چاہتی ہوں؟“ نلنی سر
چکانے رک رک کر بولی۔

”وہ سمجھو گیں آنے چلے ہے؟“ اجنبی کا پہنچ زم تھا۔ تم کو
نیک کام نہ کرتی نہیں رہی ہو؟“

”میں کیا کرتی رہی ہوں؟“
”کچھ لوگوں کے جرام میں ہاتھ بٹانی رہی ہوا۔“

”جرائم؟“

”اور نہیں تو کیا تم اسے تفریج سمجھتی ہو؟ یہاں کی پولیس
تم سے باز پرس کر سکتی ہے اچھی لڑکی؟“

”پپ ... پلیس؟“
”ہاں پلیس ...!“

”اوہ۔ لیکن میں نے تو اچھی لڑکی کو نعمان نہیں
پہنچایا ہے۔ کچھ لوگوں کی معادنست کرتی رہی ہوں۔ وہ ایک
پریشانی میں پڑ گئے تھے۔ میں نے کچھ ہی دیر پہلے ان کی مدد
کیے ہے!“

”کس کے اشارے پر؟“
”نلنی نے سوچا شاید وہ آر اگاں کے آدمیوں کے ہاتھ گ

کرو گرم تھا۔ آتش دان میں کونسلے دہک رہے تھے اور

چاروں طرف پیڑو میکس کی تیز ردشی چھپی ہوئی تھی۔ اس سے
نلنی نے اندازہ کر لیا کہ وہ کوئی دیر جان متعام ہے۔ پھر سے دور جان

بجلی کی روشنی مہیا کرنا ممکن نہیں۔

”ارے مردوو!“ جمید کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔
”قیا قیروں ...!“ سالی جندگی اجیرن ہو گئی ہے ...
اللہ میاں نے اتنا بڑا دلیل ڈال دیا تھا تو لوٹدیوں کے چکر میں
نہ فالا ہوتنا!“

”خاموش رہو! اکفر نہ بکو ...!“ بہودے۔ اللہ میاں نے
نہیں تھارے اب آمیاں نے لوٹدیوں کے چکر میں ڈالا ہے؛ ”جمید
اٹھتا ہوا بولا۔ قاسم بھی کسی نکی طرح اٹھ بیٹھا تھا۔

”لیکن ہم جائیں گے کہاں ..؟“ اس نے ہانتے ہوئے پوچھا۔
”جمید کچھ کہنے سے دالا تھا کہ دفتا اسے ایسا محسوس ہوا جیسے
کسی نے ٹھنڈا پانی اس کے چہرے پر پھینک دیا ہو۔ چھوڑے
کی وہ ٹھنڈک اس کے رگ دپے میں سراپیت کرتی چلی گئی ...
برف ... برف ... سترتا پاپرف ...!“

”اعصاب شل ہو کر رہ گئے ... اور پھر اسے ہوش نہیں
کر سکا۔“

”نلنی کار مارٹنٹ باہر نکلی تو رہا اسے وہ کار نظر آئی جو
اس عمارت تک اخیں لائی تھی۔“

”لیکن وہ اتنی دہشت زدہ تھی کہ پیدل ہی چل پڑی!
ساتھ ہی دل ہی دل میں میتھوز کو بھی رُسٹھلا کہتی جا رہی تھی۔
آخر وہ ان لوگوں کے ساتھ فیام کیوں کرے۔ لیکن اس

نے اسے خرید تو نہیں لیا تھا۔
سرٹک سخنان پڑی تھی۔ سردی کی شدت سے ٹانگیں
شُن ہو کر رہ گئیں۔ اس کی سمجھیں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔

بورڈنگ ہاؤس یہاں سے نزدیک نہیں تھا۔ کاش اس نے
اس میں حصہ لینے سے انکار کر دیا ہوتا۔
دنقا اپشت سے کسی گاڑی کے ہیڈنپس کی روشنی سرٹک

پر دُور دُور تک پھیلتی چلی گئی۔

”وہ سرٹک چھوڑ کر بائیں کنارے پر چلنے لگی تھی۔ ذرا بھی دیر
بعد اپنی جانب بریک چرچ لئے۔ ایک گاڑی رکی اور کسی
عورت نے نلنی کو مقاطب کر کے کہا۔ اگر کہیں دور جانا ہو تو اس

طرف آجائو!“
نلنی کے قدم غیر ارادی طور پر گاڑی کی طرف اٹھ گئے۔

”گاڑی کوئی عورت ہی در لائیو کر رہی تھی۔ اس نے بائیں جانب
کا دروازہ کھوٹ کر نلنی سے بیٹھ جانے کو کہا۔
عورت مقامی ہی تھی، لیکن خامی مشاقی کا مظاہر و کرنی ہوئی
ہوا ڈھیر ہو گیا۔“

”وہ ایک آرام کر سی پر بڑھا دی گئی اور اس کے پیروں پر
ایک موٹا سا مکبل ڈال دیا گی۔ کچھ دیر بعد جب نلنی کے حراس
بجا ہوئے تو اس نے عورت سے پوچھا کہ وہ یہاں کیوں لائی گئی ہے؟
”علوم ہو جائے گا“ عورت نے بے پرواہی سے کہا۔

”میں کچھ بھی نہیں پیوں گی۔ مجھے اس حکمت کا مقصود علم
ہوتا چاہیے؟“
”کچھ بھی نہیں۔ یہ کیا زیادتی ہے ... بہت بڑا غیر قانونی
جرم ہے؟“

”جیک اسی وقت ایک اور آدمی کمرے میں داخل ہوا۔
وہ نہیں تھا جو سے راستے بھروسے کیا دیتا آتا تھا۔
نلنی نے آنے والے کی طرف دیکھا اور بوکھلا گئی ...
دوبارہ نظر طانے کی ہمت نہ کر سکی۔ پتا نہیں اس کی انکھوں
میں کیا تھا۔“

”وہ خاموش کھڑا اسے دیکھتا ہا پھر عورت سے بولا۔ نہیں
کچھ پینے کے لیے دو؟“
”یہ کچھ پینے سے انکار کر سکی میں؟“ عورت نے کہا۔
”میں اس حکمت کی وجہ معلوم کرنا چاہتی ہوں؟“ نلنی سر
چکانے کے لیے دو۔“

”یہ کام نہ کرتی نہیں رہی ہو؟“
”میں کیا کرتی رہی ہوں؟“
”کچھ لوگوں کے جرام میں ہاتھ بٹانی رہی ہوا۔“

”جرائم؟“

”اور نہیں تو کیا تم اسے تفریج سمجھتی ہو؟ یہاں کی پولیس
تم سے باز پرس کر سکتی ہے اچھی لڑکی؟“

”پپ ... پلیس؟“
”ہاں پلیس ...!“

”اوہ۔ لیکن میں نے تو اچھی لڑکی کو نعمان نہیں
پہنچایا ہے۔ کچھ لوگوں کی معادنست کرتی رہی ہوں۔ وہ ایک
پریشانی میں پڑ گئے تھے۔ میں نے کچھ ہی دیر پہلے ان کی مدد
کیے ہے!“

”کس کے اشارے پر؟“
”نلنی نے سوچا شاید وہ آر اگاں کے آدمیوں کے ہاتھ گ

145

رافعہ بے ساختہ نہیں پڑی۔ البتہ ریما احمدقوں کی طرح ایک ایک کامنہ تک رہی تھی۔
تکسی نے چھوڑ روازے پر دشک دی۔ حمید نے قاسم سے کہا کہ وہ جا کر دیکھے کون ہے!

وہ خوف زدہ نظروں سے رافعہ کی طرف دیکھا ہوا دروازے کی جانب بڑھا۔۔۔ بھروس نے دروازہ کھولا تھا اور بوكھلا کر پیچھے بہٹ آیا تھا۔ دو آدمی اندر داخل ہوئے ایک کے ہاتھ میں ٹامی گن تھی۔

”تم دونوں“ ان میں سے ایک نے ریما اور حمید کی طرف اشارہ کر کے کہا ”ہمارے ساتھ چلو گے“
”ان دونوں کوئے جاؤ، ہمیں یہاں کوئی تکلیف نہیں“
حمید نے قاسم اور رافعہ کی طرف اشارہ کیا۔
”چلو“ ٹامی گن والا غربا۔۔۔

”چلو بھی“ جمید طویل سانس لے کر ریما سے بولا۔
”ارے تو پھر مجھے بھی لیتے چلو۔ میں یہاں اتنے کے نہیں رہوں گا“ قاسم بھراٹی ہرمنی آواز میں بولا۔
”تم نہیں جائے گے؟“ حمید حلق پھاڑ کر ہمیں
”میں یہاں نہیں رہوں گا“ قاسم اس سے بھی زیادہ تیر آواز میں چلایا۔۔۔ آواز کیا تھی پوری لگن گرج تھی پوری گمارت جھنا کر رہ تھی۔

ٹھیک اسی وقت حمید نے جھک کر اس کے پیٹ میں ٹکرایا اور وہ ارے باپ رے کہہ کر اس آدمی سے ٹکرایا جو خالی ہاتھ تھا۔
قاسم کی نکر تھی۔ اس لیے خالی نگی۔ وہ آدمی اچھل کر دیوار سے چاٹکا۔۔۔

یہ سب پچھے اتنی سرعت سے ہر اک مسلح آدمی بوكھلا گیا پھر اس کی نظر ذرا بھکی ہی تھی کہ حمید نے اس کی ٹامی گن پر ہاتھ ڈال دیا۔

اچانک دروازے کی طرف سے فائر ہوا اور گولی ان دونوں کے سروں پر سے گزرنی ہوئی سامنے والی دیوار سے جا ٹکرائی۔ ساتھ ہی کسی نے کہا ”خوار کیپٹن حمید۔ یہ دارنگ تھی۔ پیچھے ٹھوٹ۔۔۔ بہٹ جاؤ“
تیسرا آدمی دروازے میں نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں اشنازی چار پانچ کار بیٹا گیا کیوں کہ اسی وقت قاسم نے بھی اسے

”شاید پیدل چلی گئی۔۔۔ کیا تم اسے نہیں لے گئے تھے؟“
”ام دوسرا کام کو گیا تھا“
”تم کس کے ڈرائیور ہو؟“
”میم صاحب کا“
”ہو سکتا ہے وہ کسی دوسری گاڑی سے چلی گئی ہوں“
”یکن میں ان سے ملتا چاہتا ہوں؟“
”ام بول دے گا“
”اگر تم بخے اپنے ساتھ ہی لے چلو تو کیا حرج ہے؟“
”نہیں صاحب! ام میم صاحب سے پوچھے گا پھرے

جائے گا“
استئنے میں قاسم کراہ کر اٹھ دیٹھا اور سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ڈرائیور باہر چلا گیا۔
”ماں۔۔۔ پھر دیں۔۔۔“
دیکھتا ہوا بولا۔۔۔
رافعہ پر نظر پڑی اور وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بھاگا۔

”مھرہ حمید نے اسے لکھا۔“ باہر نکلے تو جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔
”قاسم ڈل کر ایک طرف مڑا۔“
”اس بار قاسم بھی مرکر زندہ ہوئے ہو۔“ حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔۔۔

”اللہ قسم!“ قاسم نے گھنی ٹھی سی آواز میں سوال کیا۔
”اس لیے فالٹ ہونے کی ضرورت نہیں۔ تھوڑی تھوڑی
دیر بعد مرتبے ہی رہو گے“
”وہ سوچھے ڈراؤن نہیں!“

”مشٹ اپ“ حمید حلق پھاڑ کر دھاڑا۔
”اس سے کیا فائدہ۔۔۔ وہ فالٹ معلوم ہوتا ہے“ ریما نے آگے بڑھ کر حمید کا شانہ تھکتے ہوئے کہا، لیکن حمید نے اس کا ہاتھ پڑی بیدردی سے جھٹک دیا۔۔۔
”عورتوں کے چکر میں مرے گا تو“ وہ قاسم کو گھوٹا دکھا کر چلایا۔۔۔

”تت۔۔۔ تم بھی۔۔۔ تو مردغے!“
”ابے تو کیا میں عورتوں سے ڈرتا ہوں؟“ عورت مردہ ہو یا زندہ بہر حال عورت ہے۔۔۔ بکر دہ تو اپنے مردہ ہونے کو کسی مرح تیسم ہی نہیں کرتی۔۔۔ تو کے پیچے“
”اے خالیاں نہ دو!“

”کیا بات ہے؟“ حمید نے اسے گھوڑتے ہونے پوچھا۔
”میم صاحب، کدر اے جو تم کو اور لایا؟“
”یہاں تو نہیں ہے!“

”کدر ہے؟“
”یہاں نہیں ہے!“
”کدر ہے؟“

”کچھ نہیں!“ حمید نے کہا اور قاسم کو ہوش میں لانے کی تدبیر میں کرنے لگا۔
اسے خود پر ہنسی آرہی تھی۔ اس تھوڑے سے عرصے میں کتنی بار بے ہوش ہو چکا ہے۔ گریا ان کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گیا ہے۔

وہ قاسم کا شانہ جھخوڑ جھنجور کر جھینکنے لگا۔ اٹھو بدنخت...
اٹھو۔۔۔ آخر تم اس طرح کیوں میرے مقدر میں لکھ دیے گئے ہو؟“
”دل کا بڑا نہیں کیپٹن“ رافعہ بولی۔

”جی۔۔۔ حمید بھتک کر پلٹا۔۔۔“ دل میں شہد لگا کر چاٹوں...
یا گلدان میں سجاوں!“

”میں آپ دونوں کی بے ہوشی کی وجہ معلوم کرنا چاہتی ہوں!“
”میں نے تو آپ سے آپ کی موت کی وجہ بھی نہیں پوچھی!“
”بس بہت ہو چکا!“ رافعہ پیر پڑھ کر بولی ”میں اس قسم
کے مذاق پسند نہیں کرتی!“

”یا تم اسے کسی بات پر غصہ دلانے کی کوشش کر رہے
ہو؟“ ریما نے حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر زرم لیجھے میں کہا۔
”مجھے بتاؤ کیا بات ہے۔۔۔ وہ نہیں جانتی کہ اس پر کیا گزرتی رہی
ہے۔۔۔ پہنچاے سانس دنوں کے شعیدے ہیں!“

”میں اے۔۔۔ سے جلد اجلد ہوش میں لانا چاہتا ہوں!“
”بے ہوشی کی وجہ معلوم کیے بغیر کیا کر سکوں گی؟“
”کسی نے میرے چہرے پر سیال پھینکنا تھا۔۔۔“ بھی
حرکت اس کے ساتھ بھی ہرمنی ہو گئی!“
ریما کے چہرے پر تشویش کے آثار اور زیادہ گہرے ہو گئے۔
”کیا سوچنے لگیں؟“ حمید نے ٹوکا۔

”اب میری بھی عقل کام نہیں کر رہی آخر دہ پلاتے کیا ہیں؟“
”دنعتاً کسی نے باہر سے کال بیل کا بیٹن دیا۔۔۔“
جمید آگے بڑھنا ہی چاہتا تھا کہ ریما اسے روک کر بولی۔

”تم مھرہ، میں دیکھتی ہوں!“
”اس نے دروازہ کھولا۔۔۔ یہ تو وہی ڈرائیور تھا جو انھیں
یہاں نا یاد کرتا۔۔۔“
”کیا بات ہے؟“ حمید نے اسے گھوڑتے ہونے پوچھا۔
”میم صاحب، کدر اے جو تم کو اور لایا؟“
”یہاں تو نہیں ہے!“

”کدر ہے؟“
”یہاں نہیں ہے!“
”کدر ہے؟“

گئی ہے اس لیے اسے ممتاز رہنا چاہیے اور پھر ہو سکتا ہے کہ
یہی شخص کیپٹن حمید کا چیف ہو۔ کیا نام تھا، کنل فریدی!
”تم کی سوچنے لگیں؟“ اجنبی نے اسے ٹوکا۔

”کچھ نہیں۔۔۔ یہ باتیں میری سمجھ نہیں آرہیں!“
”تم ان لوگوں کے لیے کب سے کام کر رہی ہو؟“
”میں کسی کے لیے کوئی کام نہیں کر رہی۔۔۔ میں تو...“
”بلیں سے ذیفہ پر آئی ہوں۔۔۔ آثار قدیر پر بس رج کر رہی ہوں۔ اس کے علاوہ جس کا علم صرف تھیں ہے：“
”مم... میں...!“

”ملنی کا رہا نہیں... کل ہی تھاری دلخواہی والی بھی ہو سکتی ہے
اور تم اپنی حکومت کو منہ دکھانے کے قابل نہ ہو گی!“
”وہ کچھ نہ بولی... اجنبی سے آنکھ ملانے کی جرأت تو پہی
اپنی رخصت ہو چکی تھی۔ اب زبان بھی قابو بیس نہ رہی۔
۔۔۔“

بے ہوشی رفع ہوتے ہی اس پر جھلابت کا دورہ پڑ گیا۔
کیوں کہ سر ریما کے زانو پر کھا ہوا تھا اور یہ کوئی کھلی جگہ نہ تھی بلکہ
اس غارت ہی کا ایک اندر وہی حصہ تھا۔
”مجھے یہاں کون لایا؟“ اس نے جھٹکے کے ساتھ اٹھتے
ہوئے پوچھا۔
”کیسی باتیں کر رہے ہو، تھیں کیا ہو گیا ہے؟“ ریما نے
منوم ہجے میں کہا۔
”تھام اب بھی بے ہوش نہما اور اس سے تھوڑے سے تھوڑے اسی
ناصلے پر تھا۔۔۔“

رافعہ اس کے قریب بیٹھی اسے پر تشویش نظروں سے
دیکھے جا رہی تھی۔
”وہ کہاں ہے؟“ حمید نے ریما سے پوچھا۔ وہ شخص جو
ہمارے کمرے کے غسل خانے سے برآمد ہو کر اس آدمی پر
حملہ آور ہوا تھا۔
”یہی بھی بتیں کر رہے ہو۔ وہ ہمارے ساتھ کب آیا تھا؟“
”مھرہ وی حمید کہتا ہوا صدر دروازے کی طرف چھپا۔
برآمدے میں اس جگہ پہنچ کر رک گیا۔ جہاں اس پکڑا
جاوید پر اس نے حملہ کیا تھا۔

”دیاں کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔ وہ پھر اندر دروازے آگیا۔
کیا میں تھیں اندر سی ملا تھا!“ اس نے ریما سے پوچھا۔
”ہاں نہیں... اسی جگہ۔۔۔ آخر بتاؤ نا ایک بات ہے؟“

جنہوں کو رکھ دیا۔

”بجاو... میرا صور... سالے تم نے ٹکر کیوں ماری؟“
بہر حال حمید کی کوشش بار آور نہیں ہو سکی تھی۔

اسے اور ریما کو یہ نکھننا پڑا... فاس مادر رفودہ ہیں رہ گئے۔
باہر ایک بڑی سی بندوبین کھڑی تھی۔ ایک آدمی ان
کے ساتھ بیٹھا اور دین حرکت میں آگئی۔ اندر اندر تھا۔
”ریما!“ دفتار حمید بولا۔ کیا متحیں اپنی تاریخ پیدائش
یاد ہے؟“

”کیوں؟ اس کی ضرورت کیوں ہیش آئی؟“
”اندھیرے میں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔
”میں تو چور ہی ہوں تاریخ پیدائش کی کیوں سو جھی؟“ ریما
کے لئے میں جھلکا بیٹھی۔

”ارے تراس میں بگرانے کی کیا بات ہے؟“
”یوگ جیسی کہاں لے جا رہے ہیں؟“
”تم دونوں فاموش بیٹھو تو ہترے“ اندھیرے میں
تیسری آواز گوئی۔

”یہی معلوم کرنا تھا کہ زندہ ہو یا مر گئے؟“ حمید بولا۔
”خاموش بیٹھو!“

”زیادہ دیر خاموش بیٹھنا میرے لیے محال ہے۔ بھوپری
میں عورت کا مغز رکھتا ہوں“

”کیا بات ہے؟“ ریما نے حمید سے پوچھا۔
”یہ کہہ رہا ہے کہ تم دونوں شادی کیوں نہیں کر لیتے؟“
”ٹھیک تو کہہ رہا ہے؟“

”میں اس کا ہاتھ پکڑ لوں۔ کہیں وہ گرنہ جائے“ حمید نے
کیا کہہ رہے ہو؟“

”کچھ بھی نہیں میں تو بہت دیر سے خاموش ہوں“
”کہیں اس صدمے نے تھا کہ داماغ تو نہیں الٹ دیا؟“
”دفتار ایک زبردست دھماکا ہوا اور گاڑی اچھلنے کو دنے
لگی۔ بھراں کے بریک چرچاٹے۔

”کیا بات ہے؟“ ان کے پاس بیٹھے ہوئے آدمی نے
”پنجی آواز میں پوچھا۔
”ٹائز مرست ہوا ہے؟“ ڈائیور کی سیٹ سے آواز آئی۔
”کسی نے فائر کیا تھا۔ ہوشیار رہو“

حماری رک چکی تھی۔ انہوں بند کر دیا گیا تھا۔ اچانک

ٹامی گن تھیقہ لگانے لگی... لیکن آواز دردا قابلے سے تھی۔
شاید اگلی سیٹ والوں نے گاڑی سے اتر کر کہیں اور پوزیشن
لے لی تھی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے... دوست؟“ حمید نے تیسرا آدمی
کو غلط کیا۔ اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔
”آستہ بولو۔ آہستہ بولو“ ریما کہتی سنائی دی... لیکن
تیسرا آدمی پچھرے لے رہا۔

حمدید کاریو الور پیٹھے ہی چھینا جا چکا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ
تیسرا آدمی بھی یقینی طور پر مسلح ہو گا، لیکن اندھیرے میں رہ کسی
قسم کا خطہ مول یعنی کو تیار نہیں تھا۔
ٹامی گن کی فائزگن کی آواز بھی بند ہو چکی تھی اور گمرا
ستان چھا گیا تھا۔

”نکھڑی دیر بعد دین کا پچھلا دروازہ کھولا گیا اور انہیں
نیچے اترنے کا حکم ملا۔ تیسرا آدمی نے اترنے میں پہلی کی۔“

جب وہ دونوں بھی اتر چکے تو ایک آدمی بولا ”کیپٹن
حمید اگر تم نے ذرت برادر بھی ہوشیار بننے کی کوشش کی تو تھا
جسم چلنی ہو چاۓ گا۔“ پائیں طرف اتر کر دھلان میں اتر چلو۔“
سردی سے دانت بخ رہے تھے۔ ریما سے آگے چلنے کو
کھا گیا وہ خاموشی سے تعیل کر رہی تھی۔ حمید اس کے پیچے تھا۔
دھلان سے اس طرح اتنے خاطرے سے غالی نہیں تھا۔

حمدید کی نظر ریما پر تھی۔ دفتار ادھر پہنچتے رک گیا۔
”آگے بڑھو“ ٹامی گن کی نال اس کی کمرے لگا کر کھا گیا۔

”میں اس کا ہاتھ پکڑ لوں۔ کہیں وہ گرنہ جائے“ حمید نے
ابنی آواز میں غرائب پیدا کر کے کھا۔

”تم اسے سوارا دے سکتے ہو؟“ اپنی آواز میں کھا گیا یہ سب
سے پیچے چلنے والے کی آواز تھی۔

”یہ رہی آدمی تھا جس نے فائز کو جید کو جدوجہد سے
باڑ کھا تھا۔“

وہ اسے کوئی قبائلی سکھا تھا۔
پچھے دیر کے بعد انہیں رکنے کو کھا گیا... یہ دو چنانوں کے
درمیان ایک تنگ سی گلگت تھی۔

”تم دوگ آخر چاہتے کیا ہو؟“ حمید نے انہیں مناہج کر کے کھا۔
”کیپٹن حمید۔ نیں تمہیں بطور ریخمال رکھنا چاہنا ہوں!“
ایک آدمی بولا۔ کرنل فریدی نے میرے ایک ساقی کو پکڑ دیا

اینے لگی تھیں۔
آواز پھر آئی۔ سب کی پوزیشن میری نظر میں ہے جو

اپنی جگہ سے ہا مار گیا۔
”تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟“ قبائلی غرایا۔

”سرک کی طرف مڑک رکھڑے ہو جاؤ!“

”یہ نہیں ہو سکتا۔ تھا رامل جو چاہتے کرو!“

”نہیں، نہیں“ قبائلی کے دنوں ساتھیوں کی آوازیں
سنائی دیں۔

”او... چپ رہو... مردو!“ قبائلی دھاڑا۔

پھر حمید نے تاروں کی چھاؤں میں دیکھا کہ وہ پہنچے دہرا
ہوا پھر گھری سی بن کر اور پڑھتا چلا گیا۔ چون رہا تھا اور بڑی
بڑی قسمیں کھاتا ہوا نظروں سے او جھل ہو گیا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے... کس کی آواز ہے؟“ ریما نے
منظر بانہ انداز میں کھا۔

”معلوم نہیں!“ حمید نے جواب دیا۔ حالانکہ اس نے
فریدی کی آواز صاف پہچانی تھی۔

”آخر بہم کون لوگوں کے ہاتھوں میں پڑ گئے ہیں؟“
حمدید کچھ کھنے ہی والاتھا کہ آواز پھر آئی۔ ”کیپٹن حمید
... تم جہاں جانا چاہو جا سکتے ہو!“

پھر اس نے قبائلی کے ساتھیوں کو بھی اسی کی طرح
اور پڑھتے دیکھا۔

حمدید سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے اور فریدی نہیں
چاہتا تھا کہ اسے اپنے ساتھ رکھے ورنہ اس مشوہر کی ضرورت
بھی کیا تھی۔

سوال تو یہ ہے کہ اب وہ جائے کہاں۔ سردی سے
دانست پھر بجھنے لگے تھے، لیکن اسے ریما پر حیرت تھی کہ آخر

دہ اس قسم کی تکالیف کس طرح برواشت کر رہی ہے۔

”اب تم کیا سوچ رہے ہو؟“ ریما نے اس کا شاز جنہوں
کر کھا۔

”میری سمجھو میں نہیں آتا کیا سوچوں!“

”آخر دہ کون تھا... کس کی آواز تھی؟“

”میں نہیں جانتا... لیکن اب میرا چیز ہر وقت
میرے حالات سے باخبر رہتا ہے... ظاہر ہے کہ یہ اسی کا
کوئی آدمی تھا!“

”اس کا کوئی آدمی تھا تو تمہیں اس سے وائف ہوتا چاہیے!“

ہے۔ جب تک وہ ہمیں داپس نہ ملے اتحاری رہائی تا انکن
ہے!“

”او راس بے چاری کے متعلق کیا خیال ہے؟“

”اے بھی کوئی تکلیف نہ ہوگی!“

”کیا تم اسے پہچانتے ہو؟“

”اہ! تھا رے اسی ساتھ دیکھی جاتی رہی ہے!“

”یہ بے قصور ہے اس کا کرنل فریدی سے کوئی تعلق نہیں!
اچھی بات ہے! تم جہاں کھو گے اسے پہنچا دیا جائے گا!“

”مجھے کہاں لے جاؤ گے؟“

”آزاد علاقے میں! مجھے میرا ساختی داپس ہی مٹا چاہیے!
ٹھیک ہے... یقیناً مٹا چاہیے۔ کیا تھا را تعلق آزاد

علاقے سے ہے؟“

”ہاں!“

”کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟“

”تمہیں اس سے کوئی بحث نہیں ہوئی چاہیے!“

”چلو کوئی بات نہیں... لیکن کیا ہمیں یہیں قیام کرنا
پڑے گا؟“

”نمہیں۔ اب گفتگو کا سلسہ قائم کر دو!“

”اے آپس میں تو گفتگو کر سکتے ہیں!“

”آہنگ کے ساتھ آزاد بیان نہ ہونے پائے!“

”ریما تھیں نہند تو نہیں تھی؟“ حمید نے آہنگ سے پوچھا۔

”نہند... تھا را دماغ تو نہیں ہل گیا۔ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟“

”یہ کوئی قبائلی ہے جس کے کسی ساختی کو میرے چیز نے
پکڑا ہے۔ اب یہ مجھے بطور ریخمال آزاد علاقے میں لے جائے گا!“

”مم۔ مجھے بھی؟“

”اگر تم چاہو تو اپس بھی جا سکتی ہو!“ اور حمید سے
”بیس کہاں جاؤ گی؟“

”تم خود سوچو!“

”میں تو اب تھا رے ہی رحم و کرم پر ہوں؟“

”اور میں ان لوگوں کے رحم و کرم پر ہوں!“

”تو یہاں تھا را چیز ان کے ساتھی کو داپس کر دے گا؟“

اچانک کسی جانب سے آزاد آئی۔

”تم سب گویوں کی
زد پر ہو... اپنا اپنا سلسلہ زین پر چینک دو۔“ چاروں طرف
سے گھیرے چاہکے ہوا!

”قبائلی کے حلقت سے غرائب کی شکل میں بڑی بڑی قسمیں۔

”میں نے اسے ادھر بند کر دیا ہے“
”تم اتنے ڈرپوک کیوں پورنگے ہو؟“
”میری بات سمجھنے کی کوشش کرو“ وہ آگے جھجک کر
آہستہ سے بولا: ”اب وہ پاگل بھائی ہے۔ اپنے کہڑے پچاڑ
ڈالے ہیں۔ صرف جھوٹنی ہوتی تو خیر قوٹی بات نہ تھی“
”تو کیا؟“

”ہاں ہاں... کہڑے نہیں ہیں اس کے جسم پر!“
”میں بات ہے؟“ ریا آگے بڑھ کر بولی: ”مجھے بھی تو بتاؤ“
”جیسے نامے قاسم سے ملی ہوئی اطلاع دہرائی۔“
”اگر دیلانگی کا دورہ پڑا ہے تو سمجھو اس الجھشن کا اڑزاری
ہو رہا ہے“ ریا نے پرسوں لیتے ہیں کہا: ”جب دل کی دھڑکن
بند ہونے کی بجائے دیلانگی کا دورہ پڑے تو اس کے بعد گھری
نیند کا دور شروع ہوتا ہے۔ اس سے پوچھو کو اس نے کتنی دیر
سے اس کی آواز نہیں سنی؟“

قاسم کے بیان کے مطابق آدھ گھنٹہ پہلے تک وہ اندر
چھٹتی رہی تھی... اس کے بعد سے اس نے اس کی آواز نہیں
سنی تھی۔
”اچھا تم دونوں یہیں ظہرو... میں اندر جا کر بیکھری ہوں“
ریا نے کہا۔

”اسے رو تو اس کو نہیں تو نوج کھسٹ ڈلے غنی“ قاسم
نے جیسے کو گھوڑتے ہوئے کہا۔
”تم خاموش رہو!“

”مجھے تیا۔“ قاسم نے اپنے بھاری بھر کم شانوں کو جنس
دی اور بہرہ سامنہ بنائے کر دوسرا طرف دیکھنے لگا۔
ریا دروازہ کھول کر اندر جا چکی تھی۔

”تم بہت بد نیسب آدمی ہو“ جیسے نامے قاسم سے کہا۔
”میں سے یہ بھیجے میں جواب ملا۔“

”لیکن میرے نیسب میں کیوں ہو؟“ جیسے اپنے جانہ
بات کھو رکھنا۔

”قیامطلب؟“

”کیا یہ ضروری ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر تم غیثوں کی
طرح کھڑے ملو؟“

”تم خود سالے خیث... اس بار تم میرے خیث کے موڑ
پر آکھڑے ہوئے ہو۔ قیا میں تم کو تھارے کھرے سے بلا لایا ہوں؟“
”نہیں جناب! آپ ایک پاگل عورت کے سیکرٹری“

”کوئی کام دلی ہو جائے“

”بہت سوچ رہا ہو... میں تو متحارے پاس ملے ہوں“

”میں کام دلی ہو جائے“

”وہ سڑاک پر آئے۔ جیسے سوچ رہا تھا کہیں یہ اسی طرف
نہ لے جائے جہاں ایک ناکارہ وین کھو ری ٹلے گی۔ اس کا سے
پہلے دھیان نہیں آیا تھا۔ ورنہ ٹائر فلیٹ ہو جانے کی بات کرتا
لیکن وہ کسی احمد طرف لے آیا تھا۔ یہاں پلیس کی ایک
پٹرول کار نظر آئی۔“

کار کے قریب پہنچنے تو پھر ان کے چہروں پر مارچ کی رعنی
پڑی۔ یہ کار کے اندر سے ٹوٹا تھا۔

”ادھو!“ کسی کی آواز آئی۔ یہ تو کیپن حمید ہیں؟ اس کے
بعد انکی سیست کا دروازہ کھلا تھا۔

ایک آدمی پہنچے اترا۔
”آپ یہاں کہاں جاتا!“

”تم کون ہو؟“ جیسے نے پوچھا۔
”کراٹر براں سچ کا ایک سب انسپکٹر جناب!“

”اچھا تو سنو! پہلے مجھے ایڈنیٹنک لے چلو۔ وہاں سے
میں تھیں اس جلد تک لے چلوں گا جہاں مقیم ہوں“

”بہت بہتر جناب! اتریف ریکھے!“ اس نے ان کے
لیے پچھلی سیست کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا

جیسے نے اس سلسلے میں قطعاً کوئی بات نہ پڑھی کر دے
لے کیونکہ ہمچنان سکھا تھا۔ خود اس کے لیے وہ اجنبی ہی تھا۔

ایڈنیٹنک کے قریب پہنچنے کے لیے بھی نہیں ظہرے تھے۔
بیانا شروع کیا اور بالآخر اسی عمارت تک آیا جہاں سے وہ
قبائلی انجیخیں لے گیا تھا۔

”وہ لوگ انجیخیں اتار کر میل بھر کے لیے بھی نہیں ظہرے تھے۔
برآمدے میں پہنچنے کر انہوں نے کال بیل کا بمن دبایا۔

”وقن ہے؟“ دروازے کے قریب ہی کی آواز تھی۔ ایسا
معلوم ہوا بیلے قاسم پہلے ہی سے وہاں کھڑا رہا ہو۔

”دروازہ کھولو، میں جیسے ہوں“
بولٹ کھنکے گی آواز آئی۔ دروازہ کھلا اور قاسم ہوئے
کی طرح ہمیں چپکا ناظر آیا۔

”وہاں آئنے!“ بالآخر اس نے کہا۔

”ہر ٹیکے والے سی لازمی ہے میری!“ جیسے بے پرواہی سے
اور اسے ایک طرف ہٹا کر آگے بڑھنے کی کوشش کریں رہا تھا

کہ قاسم نے بوكھاٹے ہوئے بیچے میں کہا۔ ”ظہرو۔ سلو آغہ من
پڑھو!“ میں تھیں اندر نہیں جانے دوں گا۔“

”کیوں؟“

کا ارادہ رکھتی ہو۔

جیسے آوازیں دیتا ہوا اس کے پیچے دوڑ رہا تھا۔
کافی دوڑنک دہ اس کے پیچے دوڑتا رہا تھا اور پھر
عین اس وقت جب وہ ایک جگہ سے پیچے چھلانگ لگانے
جا رہی تھی اس نے اسے جایا۔

”چھوڑو... مجھے چھوڑو...!“ وہ ہمپتی ہوئی چھینے لگی۔
”تم سب درندے ہو... میکنے ہو... غلوس کی قدر نہیں
کر سکتے!“

”میں نے کیا کیا ہے... خود ہی سوال کرتی ہو۔ خود ہی
جواب دے لیتی ہو!“ میں مبتلا رہتی ہو۔ میں تو متحاری
بہت عزت کرتا ہوں!“

”عزت! صرف عزت!“

”چھا بیٹھ جاؤ متحاری سائنس پھولوں رہی ہے۔“
وہ نڈھاں سہ کر بیٹھنگی... بُری طرح ہات پر ہی تھی۔
دفعتا اس پر مارچ کی روشنی پڑی اور کسی نے گرج کر
کہا۔ ”خبردار اپنی ملکے جنش نہ کرنا ورنہ گولی مار دوں گا!“

”کوئی اور مصیبت!“ جیسے نے بڑا کر لپنے دونوں ہاتھ
اوپر اٹھا دیے۔

بھاری قدموں کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔
”یہاں کیا ہو رہا ہے؟“ آنے والے نے گرج کر پوچھا

اور ان کے چہروں پر مارچ کی روشنی تھی۔
یہ معما پیلویں کی وردی میں تھا۔

”بیٹھ ہوئے تھے بھائی!“ جیسے کردا کر بولنا۔
”یہاں آنی رات گئے؟“

”ٹارِ قدیمہ دیکھنے نکلے تھے۔ گھوڑے بھاگ گئے۔“
”تجھیں ہنگے ساتھ پولیں اٹیشن چلان پڑے گا اخواہ کچھ سو اہر!“

”ضرور چلیں گے، لیکن اس سے پہلے ہمیں ہمارے گھرے
چلوتا کہ وہاں سے اپنے کاغذات تو ساتھ لے لیں در نتم لوگوں
کو مٹھنیں کیے کریں گے!“

”کہاں سے آئے ہو؟“

”رنگوں سے!“

”چلو! لیکن خیال رکھنا کہ میں متھ ہوں!“

جیسے نے ریا سے اٹھنے کی کہا! وہ دونوں آگے چل پہنچے
تھے اور بار دوی آدمی ان کے پیچے سے انجیخیں مارچ کی روشنی
میں راستہ دکھار رہا تھا۔

”ضروری نہیں ہے“ جیسے سوچ رہا تھا کہیں لے کر بولا۔
اُس کے بارے میں کوئی سمجھنے نہیں جاتا۔ حقیقتی کہیں بھی نہیں
جو اس سے سب سے قریب ہوں!“

”دقائق میاہن پڑی۔ انداز مخفک اڑانے کا ساتھا۔
”تم کیوں اس طرح ہنس رہی ہو؟“

”میں سورج رہی ہوں۔ آخر کب تھا رے اعتماد کے
قابل بن سکوں گی؟“

”کرنل فریدی کی آواز ہمیں دن میں کئی بار سنائی جاتی تھی؟
اوہ ہو۔“

”وہ چڑنک میک اپ کا ماہر ہے اس لیے اس کی آواز
کے سبب ہمارے پاس موجود ہیں؛“

”شاید متحیں نہیں معلوم کیا اچیف آواز بدلتے کا بھی
ماہر ہے۔“

”لیکن اس وقت تو اس کی آواز بدلتے ہوئی نہیں تھی۔“
”ضرورت نہ سمجھی ہوگی“ جیسے نے پرواہی سے کہا۔

”خیروگا۔ میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ متحارا چیف
واجد کے خطے سے آگاہ ہو جائے۔“

”لیکس اخطرہ؟“

”وہ متحارے چیف کو دھوکا دے گا۔ کرنل فریدی اس کی
یادداشت کے سہارے ہمارے مقامی مرکزیک پہنچنے کی کوشش
کرے گا... لیکن واجد حقیقتاً اسے کسی اندھے کوئی نہیں میں گرا
دے گا۔ سمجھنے کی کوشش کر دو... پہلے ہی بتا بھی ہوں کہ ہم لوگ
میں لیکل سائنس کو بہت آگے لے لے گئے ہیں؛“

”میں کیا کر سکتا ہوں... میرے پاس تو کوئی ایسا ذیع
نہیں کہ اس نک پہنچ سکوں!“

”اوہ نہ ہوگا۔ سمجھے کیا، لیکن اب ہم جائیں کہاں؟“

”میرا جیوال ہے کہ رات ہم اسی جگہ بس رکھیں“

”تم مجھے پاگل کر دے گے“ وہ جھنگلا کر بولی۔

”میں دیلانگی کا جرژور تو نہیں ہوں!“

”میں سوچتی ہوں کہ زندہ رہ کر کیا کروں گی۔ تنظیم میں
میرے پیے کوئی جگہ نہیں رہی اور تم مجھے فریب کار سمجھتے ہو۔“

”یہ کہہ کر دہ اٹھی اور تیزی سے دراڑ سے نکلتی چلی گئی۔ جیسے
اس کے پیچے جھپٹا تھا، لیکن ریا کی رفتار بہت تیز تھی۔ باگل
ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی اپنی چیزان سے چھلانگ لگادینے

بن کر یہاں تشریف لائے تھے! المذاب جہنم میں تشریف
لے جائیے!

”میں کہتا ہوں چپ رہو!“ قاسم کھڑا ہو کر دھارا۔ پھر
یک بیک شاید ذہنی رو بیک گئی۔ خدو غال میں اچانک
زرمی کے آثار نظر آنے لگے اور وہ سب کچھ بھول کر آہستہ سے
بولاد۔ وہ انجمنش کے باسے میں کیا کہہ رہی تھی؟
”میں نہیں جانتا! اس کی انگریزی میری سمجھ میں نہیں
آتی...“

”اُونہ بناؤ۔ میں سب سمجھتا ہوں...!“
”خاموشی سے سمجھو ابکواس کی فردودت نہیں!“
قاسم پیٹھ کراسے گھوڑے نکلا۔

پکھ دیر بعد ریما والیس آئی۔ چند لمحے خاموش کھڑا رہی
پھر بولی۔ ”وہ گھری نیند سورہ ہی ہے... اتنی گھری نیں نکلا
باس تبدیل کرتے وقت بھی وہ نہیں جائی!“

”اب مجھے بھی نیند آرہی ہے!“ حمید نے ناخ شکوار لجع
میں کہا۔ پیغ کے چار نج رہے میں!“
”جاوہ سو جاؤ!“ ریما نے پار بھرے لجع میں کھا اور قاسم
حیرت سے اسے دیکھنے نکلا۔ پھر خندی سالس نے کھڑا چلانے
لگا تھا۔

”اور تم!“ وہ قاسم کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”تم بھی سونا
چاہو تو جاسکتے ہو!“

”اوڑ... اوڑ... تم؟“
”میری نکرذ کرو۔ مجھے تو جاننا ہی ہے!“
”کیوں، مجھیں کیوں جاننا ہے؟“
”تم سب کی حقاً نہیں کروں گی!“

”نہیں! حفاظت کرنے کے لیے میں کافی موظا ہوں...
نم بھی جا کر سو جاؤ۔ بھوتوں کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا...
نم۔ مگر تم لوگ چھوٹے کس طرح۔ مجھیں تو وہ لوگ پکڑ کر
لے گئے تھے!“

”متحار ادوسٹ بھاڑ رہے!“ ریما مسکرا کر بولی۔
قاسم نے سڑا سامنہ بنکر حمید کی طرف دیکھا۔
اور حمید کو ہنسی آگئی۔

”ہنس لوسا لے ہنس لو!“ وہ دانت پیس کر بولا۔ قسمی
تو الٰہ مجھے بھی ہنسنے کا موقع دے گا!“
حمید نے ذرا برابر بھی اس کی پرواہیں کی تھی کہ ریما

جاگتی رہے گی۔
کمرے میں پہنچا تھا اور وہ پندرہ منٹ کے اندر اندر
گھری نیند سو گیا تھا۔

اگر جھوڑ جھنپڑ کرنے جگایا جاتا تو پہنچنیں کب تک
خڑائے لیتا رہتا۔ دن کے دس بجے تھے اور جگائے والا قائم تھا۔
لیکن کمرا تو وہ نہیں تھا جس میں قاسم پھیل رات ہو یا تھا۔
”امے ہوش قرو..!“ قاسم اس کاشانہ ہلاکر بولاتے یہ
مکان وہ نہیں ہے جس میں ہم سوئے تھے!“

”اگر نہیں ہے۔ تب بھی خاموش رہو۔ میں بہت تحک
گیا ہوں... خود سے چل پھر نہیں سکتا۔ ان لوگوں کا کرم اور
احسان ہے کہ خود ہی اٹھائے اٹھائے پھرتے ہیں!“
”بیٹا بہت نہ اڑاؤ... متحاری والی کٹو بھی خائب ہیں!“
قاسم جلد کے لمحے میں بولتا۔

”سب کو جہنم میں جھوٹکو۔ کیا وقت ہوا ہے؟“
”وہ بھی ہے!“
”ناشستے کی کیا رہی؟“
”بھوڑ کے مارے دم نکلا جا رہا ہے!“
”اب کے شاید بد اخلاق لوگوں سے سابق پڑا ہے!“
”میں فہتا ہوں ہوش میں آجائو... یہ سالات غاذ معلوم
ہوتا ہے!“

”اگر قبر بھی ہو تو مجھے پرواہیں ہو سکتی!“
”ویخو... ڈرانے والی بات نہ کرو!“
”حمد نے اپنی سی نظر چاروں طرف دالی اور بھر قاسم
کی طرف دیکھنے نکلا۔

”ابے یار... کہیں ہم بھی تو هر مرکر زدہ نہیں ہو رہے!“
دفعتاً قاسم نے بے حد خوف زدہ انداز میں سوال کیا۔

”معلوم ہو جائے گا، نکرذ کرو!“
یہاں ان دوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ حمید نے
بستر سے اٹھ کر ایسی حرکتیں شروع کر دیں جیسے دریش کر رہا ہو۔
”یہ کیا کر رہے ہو۔ بھوک اور چک اٹھے گی!“ قاسم بولا۔

”تم اپنی زبان بند رکھو تو بہتر ہے۔ یہ لوگ مجھے بوکر دینے
پڑتے ہوئے ہیں... آخر تھیں کہیں الگ کیوں نہیں باندھا!“
”ویخو... حمید بھائی... ایسی باتیں نہ قرو... ہم میں
تو اٹھ گا تو ہو نہیں!“
”بانکل نہیں ہوا... تو پھر؟“

تھا۔ دنوں چونکہ مرے... ریما زینے لے کر کے آتی
وکھانی دی۔

”تم دلوں جاگ پڑے!“ اس نے لہک کر پوچھا۔
”پہلے یہ بتاؤ کہ اب ہم کہاں ہیں؟“ حمید نے بُرا سامنہ
بنا کر سوال کیا۔
”ذر ادیر کو میری پلک جھپکی تھی۔ پھر پہنچنیں کیا ہوا؟“ ریما
نے مسمی صورت بننا کر کہا۔

”تم کہاں تھیں؟“
”اوپر کے ایک کمرے میں... تھا۔ خانے کا دروازہ
کھلا ہوا تھا۔ اور ہر آنکھی... اور سنو... ہم اسی عمارت میں ہیں
جہاں سے ہیلی کا پڑی کے فرار ہوئے تھے!“
”تب تو ٹھیک ہے!“ اتم داقف ہی ہواں جگے سے...
لیکن کیا اس باری لوگ جھوکا مایس گے؟“

”در اصل میز پر سمعت زیادہ سامان دیکھ کر رہی میں نے
اندازہ لگایا تھا کہ تم لوگ کہیں آس پاس ہی موجود ہو... وہ
لڑکی کہاں ہے۔ رانگو؟“
”آپ صرف میز پر سامان کی بات کریں!“ قاسم منہ
چلا کر بولتا۔

”میں پوچھ رہی ہوں لڑکی کہاں ہے؟“ وہ جھلا کر قاسم
کی طرف مڑا۔
”ہونگی... تھیں... مجھے میز پر لے چلو... میں اس
کی نو قری چھوڑ چکا ہوں!“

”اس شخص سے کہو خاموش رہے!“ ریما نے حمید سے کہا۔
”لڑکی کا علم ہمیں نہیں... یہاں صرف ہم ہی تھے!“
حید بولتا۔

”بولو... اچھا۔ اوپر چلو!“
وہ زینے لے کر کے اس کمرے میں داخل ہونے یہاں
ایک بڑی سی میز پر ناشستے کا سامان چینا ہوا تھا۔
قاسم تو ٹوٹ ہی پڑا تھا۔ البتہ حمید ناشستے کے دران میں
ریمالے مختلف قسم کی باتیں کرتا رہا تھا۔

ناشستے کے بعد اس نے ریما سے کہا: ”سمجھو میں نہیں آتا
کہ ان لوگوں کی اسکم کیا ہے۔ کبھی آزاد کر دیتے ہیں، کبھی جھوٹ
لیتے ہیں، آخر چاہتے کیا ہیں؟“
”سب متحارے چیف کو چھانسے کی تھیں تو ہمیں یہاں کی
اس پر بدل سو پہلے ہی کی سی گھوولیت طاری رہی۔“

تو ایسے حالات میں تعاقب کرے گا اور پکڑا جائے گا!“
”بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔ اس طرح اس پہنچنیں
ڈالا جاسکتا۔ ایسے کھیل ہم لوگوں نے بہت کھیلے ہیں!“

”تو پھر اٹھو۔ یہاں سے نکل چلتے کی تدبیر کروں!“
”تم ہی کرو کوئی تدبیر... میں فی الحال تمباکو نوشی کے
مود میں ہوں!“
اچانک دو آدمی کمرے میں داخل ہوئے جن کے انہوں
میں اعشار یہ چار پانچ کے بھاری بھر کم رویا لو رہتے۔
”ہمارے سامنے چلو!“ ان میں سے ایک بولا۔

”فرا!“ حمید نے مفعکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔
”ہاں فرا!“
”لیکن میں تمباکو نوشی کرنا چاہتا ہوں!“
”اٹھو!“ دو پیر ٹریک کر بولتا۔ اور ریما نے آہستہ سے
کہا: ”حید فی الحال بات نہ بڑھاؤ۔ ان پر کہی خاہر کر دکر تم
چوہے سے بھی بدتر ہو!“

”اگر کوئی عورت کہے تو چوہے سے بدتر سے بھی مکتر ہے
ہونے کو تیار ہوں۔ اٹھو جائی یہاں خال... اب نکلے گا...
کھایا پیا...!“
”میکنے کے!“ قاسم بھٹکا کر بولا۔ ”میں مردوان سے...
نہیں ڈرتا!“

”وہ اس کمرے سے نکلے مسلسل آدمی ان کے پیچے چلے ہے
تھے۔ بیجی بھائی ہی معلوم ہوتے تھے۔“

پھر ایک کمرے میں قدم رکھتے ہی حمید حواس باختہ ہو گا۔
”اسے باپ رے!“ ڈاکٹری کی زبان سے بے ساختہ لکھا۔
فریدی سامنے کریں پر جنڑا نظر آیا۔ اس کے چہرے پر
ہوایاں اڑ رہی تھیں۔ آنکھوں میں عجیب ساجھو رہا۔ ایسا
جود جھوٹ کرے گی لیقینی سمجھ کرے بسی کی شکل میں پورے وجود
پر طاری ہو جاتا ہے۔

اس کے قریب ہی ایک تو ہی ایکل غیر ملکی کھڑا تھا
جس کے جسم پر پڑتے کی جیکٹ تھی اور انہوں میں چڑی دوستی۔
وتفتاً اس نے فریدی کو ناٹھپ کر کے کہا: ”اب مجھیں
زبان کھلننا ہی پڑتے گی۔ کرنل فریدی دیکھو تھا راستہ
بھی آگیا ہے۔ جسے تم بھائی کی طرح غیر ملکی تھے ہو۔“
”حمد، فریدی! پران جملوں کا کوئی اٹھ مگوس نہ کر سکا۔
اس پر بدل سو پہلے ہی کی سی گھوولیت طاری رہی۔“

ہوتے جس سے تم نے اسے بچکر کھاہے ۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو یک پین حمید یا یک راس بنس کر لالا۔

”اس کی طاقت جواب دے پچکی ہے اور ابھی ہم اس کو بولتے ۔

پر مجبور کر دیں گے۔ تم شوق سے اپنی آنکھیں بند رکھو ۔

حید کو یہ زبولا۔ ماحول پر محیب ساستاٹا ٹاری مخنا۔

حید کو ایسا عکوس ہو رہا تھا جیسے دل کھو پڑی میں دھواک رہا ہو۔

”اب یہری داستان نیئے مادام ۔ اس نے یک راس کی

آواز سنی ۔

”ہاں ۔ میں سوچ رہی تھی کہ یہ کافی لکھن حید کے

سامنے ہی سنی جائے۔ تاکہ اس پر اپنے چیف کی مزید عظمتیں

منکشf ہو سکیں ۔

”آپ نے بڑی خوبصورت بات کہی مادام ۔ یک راس

ہنس کر بولا ۔

”اے اس کا موقع ضرور ملا چاہیے ۔ اس پیچارے نے

بھی بڑی مصیبتیں جھیل ہیں تو مادام جب یہ ثابت ہو گیا کہ یک راس

عورت نہیں ہے تو میرا خیال فوری طور پر آپ کی طرف منتقل

ہو گیا کہ تیسری ناگن آپ ہی ہو سکتی ہیں ۔

”تم نے پہ کیا بکواس شروع کر دی ۔

”میں نے گفتگو کا دھنگ بدل دیا ہے مادام ۔ ابھی

نفس مضمون کی طرف آتا ہوں ۔ ذرا تمہری سے ۔

حید نے بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں کیوں کہ یک راس

کی آواز نہیں تھی ۔

اس نے ریما کو بھی پوچھنکر دیکھا ۔ یک راس بنس رہا

تھا۔ پھر قبل اس کے کہ ریما اپنی جگہ سے جنبش بھی کر سکتی اس

نے اس کے بال منٹھی میں پکڑ لے اور ہاتھ اوپنچا کر دیا ۔

اسی طرح لگی ہوئی پاخ پیر مار قریب رہی۔

پھر فریدی نے اپنے ہاتھ کو گردش دینی شروع کی اور

ریما حلقوں پھاڑ پھاڑ کر جیخنے لگی۔

و دونوں قبائلی ہنس رہے تھے۔

”دیکھو ۔ دیکھو!“ حید نر کنے والے تھیوں کے

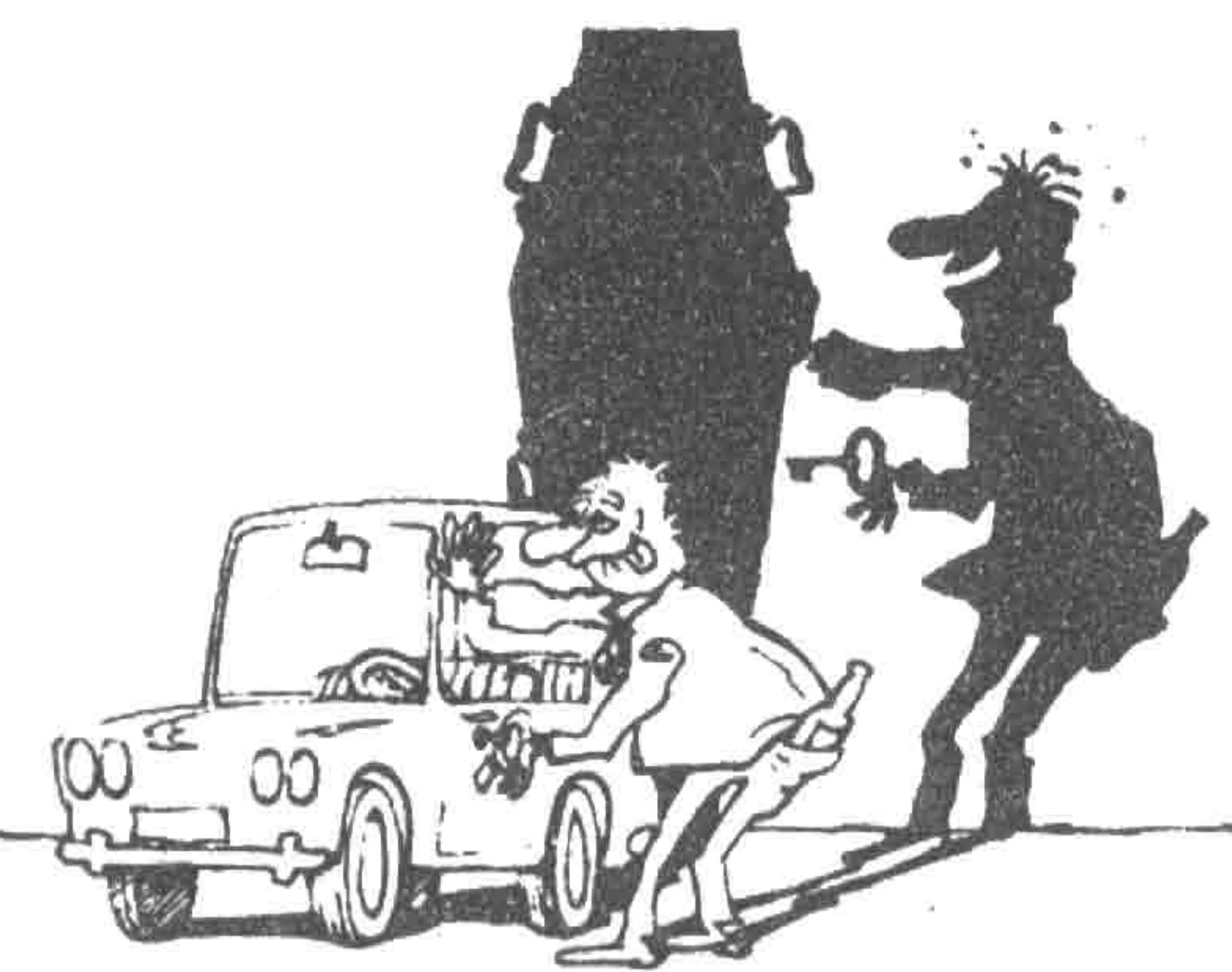
در میان کھتارہا، دیکھو میرے چیف کی عظمت ۔ بے زخمی

بندھو یک راس ہو گا!

ریما کے بال چھوڑ دیے گئے اور وہ چکرا کر فرش پر گری۔

اس کے بعد وہ دونوں قبائلی آگے بڑھے تھے اور انہوں

نے ریما کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دیے تھے۔



”اور کچھ؟“
”یقین کر دیکھن حید اخنوں نے میرے اپاہج باب کو

”ڈالا ہے：“
”مجھے یقین ہے اور کچھ؟“

”بیس زندہ رہنا چاہتی ہوں“
”بیس زندہ بھی زندہ ہے“

”بیس اب اور کچھ نہیں کہوں گی!“

آئی تھی۔ خود فریدی ان کا ہاتھ بٹاتا رہا تھا۔

اس کے بعد اس نے حید کو گھوڑے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا۔

انتے میں ایک آدمی نے واحد کے گھوڑے کی چھپلی مانگوں پر ایک ڈنڈا رسید کر دیا۔

اب جو گھوڑا بھڑک کر بجا گا ہے تو واحد کی چیزوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سنائی دے رہا تھا۔

اس کے پیچے فریدی اور حید کے گھوڑے دڑے۔ واحد کے گھوڑے کا رارخ دیران قلعہ کی طرف تھا۔ اس جگہ دیران قلعے تک متوجہ زین تھی۔

فریدی اور حید کے گھوڑے کافی تیز فماری کے باوجود بھی واحد کے گھوڑے کے پیچے ہی رہے۔

حید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ بار بار ایسا معلوم ہوتا ہے وہ یقین کے گھوڑے کی گردان میں جھوٹن گھستتا چلا جائے گا لیکن وہ چیزوں کے ساتھ ہی خود کو گھوڑے کی پشت ہی پر جائے رکھنے کے لئے جو جہد کرتا جا رہا تھا۔

حید سوچ رہا تھا کہ آخر یہ گھوڑا اب ہاتھ کیسے آئے گا۔ کہیں کسی چنان کا رخ نہ کرے اور سوار سیمت فنا ہو جائے۔

لیکن دیران قلعے کے قریب پہنچ کر اس نے گھوڑے کو رکتا دیکھا اور پھر جب خود اس کا گھوڑا اکسی قدر قریب پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ گھوڑا سوار سیمت ایک بہت بڑے جاں میں پھنس چکا ہے۔

نہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ پیچے لوٹ سکتا ہے۔ کچھ لوگ جو دہاں پہنچے سے موجود تھے آگے بڑھ کر واحد کو گھوڑے سے آتا رہنے لگے۔ وہ اکھڑی اکھڑی سانسیں لے رہا تھا اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔

اسے آتا کر ایک جگہ لٹا دیا گیا۔ اب خود فریدی اس پر جھک پڑا تھا۔

قریباً ایک گھنٹے بعد وہ اس عمارت میں واپس آئے جہاں ریما فی الحال قید تھی۔ واحد ان کے ساتھ تھا۔ اس کی حالت بہتر تھی اور وہ ذہنی طور پر نارمل نظر آ رہا تھا۔ ریما کے سامنے پہنچ کر اس نے اس پر ایسے ہی انداز میں نظر ڈالی جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔

”رمایا تم نے کیپن حید سے کہا تھا کہ واحد زندگی پھرا بانی اصلی ذہنی حالت پر واپس نہ آ سکے گا“ فریدی نے اسے مخاطب کیا۔

مشعل کھستکو کر رہا تھا تو اس کے پیروے پر جہت
کے آثار تھے۔ بہر حال حیدر صاحب آج تک
انتہا حمل لوگوں سے سابقہ نہیں ڈالتا، جتنے
پیما گردپ کے لوگ ثابت ہوئے ہیں۔ اور یہ
لیکر اس تو بالکل ہی دُور نکلا، انہوں نے مفتانی
شکاریوں اور بعض بائیوں کو خزانے کے جگہ میں
لے کر اپنا تھا اور انہیں باور کرانے کی کوشش کی
تھی کہ میں انہیں دفعتے نکالنے سے باز رکھنا چاہتا
ہوں، دو ایک جگہ کی کھدائی میں انہوں نے ابتداء
ہی میں کا سیاپی حاصل کر لی تھی، یعنی انہوں نے
دہ قدریم سونے کے سخت برآمد کے جو لبراس نے
خود بھی درایک جگہ دفن کر دیے تھے اور یہ سارا
کھڑاک انہوں نے اسی لئے کیا تھا کہ جو پر باقاعدہ
ڈال کر زمانوں کا پنہ حاصل کر سکیں۔ فاتحہ مذکور
کیا تھا، مسند بہ نہایت بمحض سے کھڑا جائے،
میں کبھی انہیں سائے طرف بیٹھے ایسا جو اس اسوارہ پاں آ جنہے
دہ ایسی حالت میں بکھر سکے

جسے اپنا غاریل والہ بھرپور بیان کیا جب
ڈالنے اک بینا طاڑ دڑ کی طرح اس پر بخترے
دار کئے تھے۔
میں اس کے بارے میں کچھ ہیں جانتا۔
تیرپی بولا۔ وہ انھیں کہ کوئی آرٹیفیشناں کا جسے
سمیں میری طرف سے مالیا مدد ملنا ہوگی بلکہ کاسار
نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ اسے اور فاسد کو ان
غاریل کی طرف جانے کی بذاتِ بصیرتے ملی
تھی۔ ان تو کو زندگی نہ جانے والے کو بچانا کرنا چاہا
تھا۔ اور ہر چیز کو نہیں جب میں نہ زین چنان
دراس کے ساتھیوں پر جائی پھکدا ہے تو یہ
کھلاس اور اس کے ساتھیوں کو بیک فوری نہ
کر دیں۔ پھر مجھے اس پر بنا تباہ کردہ ایک نہ

خیلے میں اسی کا پرکار تھا۔

میں نے کہا تھا۔ رہا نے لاپرواہی سے کہا۔
کیا تم اس میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھ رہیں ہو۔
پہنچانے والے غور سے دیکھا اور اس کی آنکھوں
میں لشکر کے سامنے نظر آئے
”واجدہ“ فریدی نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔
”میں سرا“
”ایک تھیہ اس عبور کے رسید کر دے۔“
واجدہ کے دلماچے کی آواز سے سارا مرد گونج
اٹھا تھا۔ پہلے کارڈ فائٹر انکر گئی تھی۔
یک پیٹریٹ اور بھروسہ کی خبری کی طرح فریدی پر
لڑکوں میں۔

”مکھے غیرہ بار بدار جگھا جائے“ حمید نے خشک
لیکھ پڑ کیا
پکڑ دا جدھی نے اسے بکری کر فریادوں سے الگ
کھا تھا اور بیشتر پر ڈکھانے لے چکتے ہیں نہیں
”جب جا پڑے ہی رہنا مرہت ہیں فراست میں
 شامل نہیں ہے“

لواب سورہ کا دعویٰ فرمائیں ہے کہ جوں کسی
کو نہ کسی قسم کی بیس بیٹیں یا اس کے
شناخت کرنے والے صرف ایک مفہوم ہیں اے
وہ کہاں کہاں اگر داجدی ہیں رانی تھیں امراض
نگر کہ ناچال شخص اپنا انتہے ہوتے ہے زندگی میں
بیکار کے آرے لگتے ہیں اماں برادری میں نے بھا
کر لیا، انہیں نے پھر سروں کیا اس کھڑکی سے دیکھا ہی

پھر ۵۰ ملزے کی طرف، جگہ اپنے اور پھر ۵۰
ملزے بھی اس کے پیچے بھاہنے لگتے۔ فریاد کی
نے داد دی سکا کہ اب وہ حالت را امام کرے۔

لہ جا
کیا جو عدیکو بارے اُبھ نے اسے اک سرگش
فتوڑ کی ایشٹ پھسوار کرنا دیا گھا یو جید نے

نظریں ایک دو ہیں بھان مختار
پیغمرنے درج کر جب میں باتے اس کے